حرمتِ عثمانِ غنیؓ و ناموسِ صحابہؓ کے عظیم جانثار ثانی غازی علم الدین شہیدؒ

حق نواز شہیدؒ

کی

روداد عشق و وفا

سفیرِ عزیمت

حبیب اللہ مجاہد

CamScanner

ALHAIDRI MEDIA CELL

الحیدری

الحیدری میڈیا سیل

CamScanner

حرمتِ رسول ﷺ و ناموسِ صحابہؓ کے عظیم جانثار ثانی غازی علم الدین شہیدؒ

غازی شیخ حق نواز شہیدؒ کی

رودادِ عشق و وفا

سفیرِ عزیمت

از قلم : حبیب اللہ مجاہد

قرنی پبلشرز
تھرڈ فلور مدینہ مارکیٹ
سرکلر روڈ راولپنڈی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	:	سفیر عزیمت
مصنف	:	حبیب اللہ مجاہد
اشاعت	:	اکتوبر 2001ء
تعداد	:	1100
قیمت	:	100 روپے
ناشر	:	قرنی پبلی کیشنز، راولپنڈی
ای میل ایڈریس		Qarni313RP@hotmail.com

ملنے کے پتے

☆ قرنی پبلی کیشنز تھرڈ فلور مدینہ مارکیٹ سرکلر روڈ راولپنڈی

☆ مکتبہ خلافت راشدہ دکان نمبر 13 سلام کتب مارکیٹ نزد بنوری ٹاؤن کراچی

☆ اسامہ تقاریر سینٹرز دبر ماہوٹل سریاب روڈ کوئٹہ

فہرست

1	انتساب	5
2	فرمان جھنگوی شہیدؒ	6
3	تقریظ مولانا محمد اعظم طارق صاحب	7
4	تقریظ مولانا عبدالوہاب راشد صاحب	8
5	باعث تحریر	9
6	نذرانہ عقیدت خوشبو بکھر جاتی ہے	14
7	ہماری فرد جرم	15
8	غازی کا پیغام	16
9	غریب گھرانے کا چشم و چراغ	23
10	سائے کی تلاش	28
11	آل پاکستان دفاع صحابہ کانفرنس میں شرکت	31
12	شیعوں سے لڑائی	34
13	امیر عزیمت کی صحبت میں	37
14	محلہ میں یونٹ کا قیام............با قاعدہ شمولیت	40
15	مصائب کی ابتلاء............پہلی گرفتاری	42
16	سانحہ لیہ	45
17	توہین رسالت کا شرمناک سلسلہ	48
18	پرانے شکاری............نیا چال	51
19	شیعیت ابن سبا سے خمینی تک	52
20	صادق گنجی وقت کا راجپال	56
21	گستاخ رسول کی شرعی سزا	57
22	علامہ ابن عابدین کا فتویٰ	63
23	علامہ شوکانی کا فتویٰ	64
24	امیر عزیمت کا احتجاج اور شیخ حق نواز کا رد عمل	65
25	سپاہ صحابہ کی بڑھتی ہوئی مقبولیت	67
26	امیر عزیمت کی شہادت کا سانحہ	71

CS CamScanner

27	الیکشن 90ء سپاہ صحابہؓ کی بھرپور کامیابی	76
28	اور صادق گنجی قتل ہوا	79
29	غازی شیخ حق نواز کا عمل تاریخ اسلام کی روشنی میں	85
30	غازی علم الدین............سے گہری مماثلت	87
31	خصوصی عدالت کے کٹہرے میں	91
32	سزائے موت کا حکم	93
33	زندانوں کی سیر	99
34	سوئے دار روانگی	107
35	پھانسی پر عمل درآمد............فوجی حکومت کی نرالی منطق	114
36	سپاہ صحابہ کا دینی جماعتوں سے رابطہ	117
37	احتجاج کیوں؟	119
38	مظلوم جانثار	121
39	ایرانی حکومت کی پیشکش	127
40	سپاہ صحابہؓ کا تاریخی جواب	128
41	پھانسی کا دو دفعہ التواء	132
42	احتجاج بوجہ امتیازی سلوک	135
43	ایمنسٹی انٹرنیشنل کی مخالفت	136
44	غازی بنام قائدین سپاہ صحابہ	138
45	آخری ملاقات	140
46	انوکھی شہادت............نئی ابتلا	144
47	ایک امتیازی سلوک	157
48	عاشق رسول کا سفر آخرت	161
49	پہنچی وہیں پہ خاک	168
50	گنجی کے قتل پر سپاہ صحابہ کا ردعمل	170
51	نشان خبیب بن عدیؓ	172
52	اخباری جھلکیاں	176

CamScanner

انتساب!

سفیرِ عزیمت

کی کہانی

امیرِ عزیمت

کے نام

امیر عزیمت کا عزم

"یہ تشدد بربریت ہمارے مؤقف میں لچک پیدا نہیں کر سکی ہے نہ آئندہ انشاءاللہ کر سکے گی۔ ہم ایک پختہ عزم، پختہ ارادہ رکھتے ہیں میں آپ کو گواہ کر کے اس کھلی فضاء میں یہ اعلان کرتا ہوں۔ میرے نہایت قابل احترام بزرگ موجود ہیں۔ جنہیں آج میرے ان الفاظ کا گواہ بن جانا چاہیے۔

"کہ اگر، اگر، اگر بالفرض مجھے اصحابؓ رسولؐ وازواج رسولؐ کی عفت اور تقدس کے تحفظ کے لئے پھانسی کے تختہ تک جانا پڑا تو میں جاؤں گا"۔

302 جیسے سنگین مقدمات میں مجھے دو مرتبہ ملوث کیا گیا ہے دونوں کیس اب بھی موجود ہیں دنوں کے چالان مکمل ہو کر عدالت میں آگئے ہیں میں زمانت پہ باہر ہوں آپ جانتے ہیں کہ اس کائنات میں سب سے بڑا کیس، سب سے بڑا مقدمہ 302 ہی کا مقدمہ ہے۔ اس سے بڑا کوئی کیس، اس سے بڑا کوئی مقدمہ آج دھرتی پر موجود نہیں ہے۔ اتنے سنگین مقدمات میں مجھے دشمن نے اس لئے ملوث کیا ہے کہ میری زندگی سے وہ کھیل لے۔ یا میرے ساتھیوں کی زندگی سے کھیل لے یا اس لئے ملوث کیا ہے کہ شاید اس طرح مقدمات قائم کرنے سے ہمت ہار جائیں۔ لیکن اسے بھول ہے کہ جسے اصحابؓ رسولؐ کی عظمت سمجھ آگئی ہے وہ زندگی بھول سکتا ہے صحابہؓ نہیں بھول سکتا۔

خان پور شہر ڈسٹرکٹ رحیم یار خان

عنوان سیرت عائشہؓ

مولانا محمد اعظم طارق

ویسے تو تاریخ اسلام کا ایک ایک صفحہ جان نثاروں، وفا شعاروں اور فدائیوں کی قربانیوں و جانفروشیوں سے پُر ہے اور ایک ایک سے بڑھ کر ایک عاشق رسولؐ و محب صحابہؓ کی داستان بے مثال و بے نظیر ہے۔لیکن۔موجودہ زمانہ میں اور وہ بھی نفسا نفسی کے ماحول میں جہاں ہر طرف مادہ پرستی اور ہوس و حرص کا دور دورہ ہے فحاشی و عریانی، بے حیائی اور برائی کا ماحول نوجوانوں کو شاہرائے اسلام سے بھٹکانے کا نت نیا ہتھیار آزما رہا ہے اور ان کے پاکیزہ ذہن و قلب کو پراگندہ کرنے کے لئے کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی جا رہی ہے۔اس حالت میں صالح اور عشق رسالتؐ و حب صحابہؓ سے سرشار نوجوانوں کا میدان عمل میں اترنا اور پھر گولیوں، بموں، جیلوں، ہتھکڑیوں، پولیس تشدد اور مقدمات کی پر خار وادیوں سے مسکراتے ہوئے گزرنا کسی معجزہ سے کم نہ ہے۔مگر غازی شیخ حق نواز شہیدؒ نے تو حق و صداقت کے ترانے گاتے ہوئے اپنے مشن کا نعرہ بلند کر کے دار کو چوم کر جو مثال قائم کی ہے دنیا صدیوں تک اسے فراموش نہ کر سکے گی۔

غازی شیخ حق نواز کی دس سالہ اسیری بھی جرأت بہادری کا عظیم شاہکار تھی اور تختہ دار پر جھولنے کا تو انداز ہی نرالہ تھا۔

برادرم حبیب اللہ مجاہد غازی شیخ حق نواز شہیدؒ کے حالات زندگی اور کارناموں پر مشتمل یہ کتاب مرتب کر کے نہ صرف غازی کی قربانیوں کو خراج عقیدت پیش کیا ہے سپاہ صحابہؓ کے نوجوانوں کے لئے ایک روشن مثال اور مینارۂ نور کا سامان مہیا کیا ہے۔

دعا ہے رب الکریم اس محنت کو قبول فرمائے اور کارکنوں کے لئے اسے ذریعہ عمل و نجات بنائے۔ آمین

دعا گو محمد اعظم طارق

تاریخ: 17-2-200 حال ہاؤس نظر بند جھنگ

CS CamScanner

حافظ عبدالوہاب راشد صاحب

برادرم حبیب اللہ مجاہد نے ''سفیر عزیمت تصنیف کر کے مسلم نوجوانوں کو نہ صرف ایک آئیڈیل شخصیت کا تعارف پیش کیا ہے بلکہ جنت کا ایک آسان اور مختصر ترین راستہ بھی دکھانے کا سامان مہیا کیا ہے اللہ ان کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور اس کتاب کو مسلم نوجوانوں کی زندگیوں میں انقلاب کا ذریعہ بنائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی اپنے پیارے محبوب ﷺ کی بھرپور اطاعت اور کامل محبت عطا فرمائے۔

آمین یارب العالمین

عبدالوہاب راشد

25/10/2001

گلی احرار پارک والی محلہ حق نواز شہید
مکتبۃ الحبیب جھنگ صدر
فون-621917

باعثِ تحریر

تو نے مشتِ خاک کو بخشی ضیائے آفتاب
اے خدا تیرے کرم کی انتہا کوئی نہیں

کہا جاتا ہے کہ عموماً کتاب ناظرین کی تفریح اور معلومات میں اضافے کے لئے لکھی جاتی ہے- جبکہ میرے پیش نظر یہ دونوں مقاصد کوئی اہمیت نہیں رکھتے- اس لئے کہ دور جدید ناظرین کی تفریح کے نت نئے سامان سے لیس ہے جبکہ معلومات میں اضافہ بھی اس جدید دور میں کوئی معنی نہیں رکھتا لاکھوں نہیں تو ہزاروں اور سینکڑوں کتابیں ضرور پڑھنے کو ملیں گیں جو اس مقصد کے لئے تصنیف کی گئی ہوں- میرے پیش نظر کتاب لکھنے کا مقصد ناظرین کو بالخصوص نسل نو کو ایک حقیقت سے آگاہ کرنا ہے- ایک ایسی حقیقت جس پر کوئی بھی بڑی سے بڑی طاقت پردہ ڈالنے میں کامیاب نہیں ہوسکتی-

میں نے غازی شیخ حق نواز کا نام اس وقت سن رکھا تھا جب میں نے ابھی سن شعور میں قدم رکھا تھا- بہت سے لوگوں کی طرح میں بھی اس کو قاتل، مجرم اور دہشت گرد تصور کرتا تھا- اس لئے کہ جو کچھ مجھے اس کے متعلق پڑھنے یا سننے کو ملا وہ اسے اسی صورت میں پیش کر لیتا تھا- اخبارات کے کالم، تجزیے، خبریں، اور ذرائع ابلاغ نے اسے قاتل اور دہشت گرد کے طور پر متعارف کرایا- ایک مخصوص مکتب فکر کے کالم نگار اور دانشور مقتول صادق گنجی کے شان

میں اس انداز سے کالم لکھنے میں مصروف تھے کہ گویا دنیا میں اسلام کا کوئی حقیقی سفیر، پاکستان، پاکستان کی عوام اور حکومت کا کوئی خیر خواہ تھا تو وہ صادق گنجی ہی تھا۔ کسی نے اس کو اتحاد کا داعی کہا، جو کوئی اس کو یکجہتی اور مساوات کا علمبردار قرار دیتا۔ جبکہ ایسے فرد کا قاتل واقعتاً دہشت گرد اور پاکستان کا دشمن ہی تصور کیا جا سکتا ہے۔

جیسے جیسے وقت گذرتا گیا مجھ پر آہستہ آہستہ حقیقت کا انکشاف ہونے لگا۔ جب تفصیلات کا علم ہوا تو پتہ چلا کہ جس "مظلوم نوجوان" کو دنیا دہشت گرد قرار دیتے نہیں تھکتی دراصل وہ حرمت رسولؐ کا جانثار تھا۔ اور جس بد بخت کو اسلام کا سفیر قرار دیا جاتا وہ دراصل ایک شاتم رسولؐ تھا۔ جس نے راجپال کی روح کو خوش کرتے ہوئے سرزمین پاک پر ایران کے نام نہاد رہنما خمینی کی تقریروں کی روشنی میں ایک کتابچہ "اتحاد و یکجہتی" تصنیف کیا۔ اردو زبان میں لکھی ہوئی اس کتاب کو لاکھوں کی تعداد میں چھاپ کر مفت تقسیم کرنے کا "سنہرا" کارنامہ صادق گنجی نے انجام دیا تھا۔ غالباً یہ مخصوص طبقہ فکر کے کالم نویس اور دانشور اس "کارنامے" پر اسے خراج تحسین پیش کرنے میں مصروف تھے۔ غازی شیخ حق نواز نے جب اسے حرمت رسالتؐ پر اس طرح حملہ آور ہوتے دیکھا تو غازی علم الدینؒ کی یاد تازہ کرتے ہوئے گستاخ رسولؐ کو جہنم رسید کیا یہی اس کا جرم تھا۔

میرے دل میں خیال آیا کہ یہ مظلوم جانثار اتنی عظیم قربانیاں دے کر بھی اسلام دشمن اور دہشت گرد قرار دیا جاتا ہے آخر کیا وجہ ہے کہ جو لوگ غازی علم

الدین کو شاتم رسولؐ کا قاتل ہونے کی وجہ سے خراج تحسین پیش کر رہے ہیں ان کے قلم، حرکت میں کیوں نہیں آتے؟ تاکہ دنیا کو ایک بہت بڑی حقیقت سے آگاہ کیا جا سکے۔ مجھے ناامیدی تو تھی لیکن مایوسی ہرگز نہ تھی میں سوچ رہا تھا کہ کوئی نہ کوئی صاحب قلم حرکت میں آئے گا اور پھر اس کے قلم کی حرکت سے دنیا کو حقیقت سے آگاہی میں مدد ملے گی .... لیکن اسی انتظار میں کافی وقت گذر گیا۔ غازی شیخ حق نواز کی زندگی میں یہ کوئی کام نہ کر سکا تو ان کی مظلومانہ شہادت کے بعد یہ ضرورت مزید بڑھنے لگی۔ ہمارے اس انتظار کے سوا کوئی چارہ نہ تھا سو انتظار کرتے رہے لیکن جہاں مصلحتیں آڑے آئیں وہاں حقیقتیں پس پردہ چلی جایا کرتی ہیں۔ مصلحت کوشی نے شاید لوگوں کی زبان اور قلم ہی نہیں اب دلوں پر بھی تالے لگا دیئے ہیں۔

مجھے اعتراف ہے میں کوئی مصنف یا دانشور نہیں، نہ ہی میرے پاس سکالر کی کوئی ڈگری ہے نہ ہی میں معروف "قلمکار" یا" کالم نویس" ہوں میں تو اپنے آپ کو اس میدان میں بالکل نوخیز تصور کرتا ہوں۔ میرے پاس الفاظ کا ذخیرہ ہے نہ ان کے تصنع اور بناوٹ کا سلیقہ۔ حتیٰ کہ میں اپنے آپ کو اس عظیم شخصیت کے بارے میں ایک لفظ لکھنے کے قابل بھی نہیں سمجھتا۔ جس نے مادیت پرستی، مصلحت کوشی اور امن پسندی کے اس ماحول میں اپنا سب کچھ ناموس رسالتؐ پر وار دیا۔ اتنے عظیم آدمی کی کہانی لکھنے کے لئے الفاظ، علم، ادب، ادب آشنائی اور قلمکاری میں حد درجہ کمال ہی نہیں بلکہ جذبات اور احساسات کی یکسانیت بھی ضروری ہے۔

میرے پاس کچھ نہ تھا صرف جذبات تھے، احساسات تھے، اور سب سے بڑھ کر ان جذبات و احساسات میں حد درجے کی یکسانیت تھی، لیکن یہ جذبات و احساسات تو غازی شیخ حق نواز سے محبت رکھنے والے ہر شخص کے دل میں پائے جاتے ہیں .... میرا کوئی کمال نہیں کہ اگر میں بھی اسی طرح جذبات و احساسات کا حامل ہوں بس بات اتنی سی ہے کہ جب "مایوسی" حد سے بڑھنے لگی تو ان جذبات و احساسات کو تحریر کی شکل دے کر قرطاس کے حوالے کیا۔ "سفیر عزیمت" میرے ان جذبات و احساسات کا مجموعہ ہے۔

اسلام کی تاریخ قربانیوں، بہادریوں، شجاعتوں اور استقلال سے بھری پڑی ہے۔ غازی شیخ حق نواز اس تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کر گئے، اس نے عزیمتوں کی وہ تاریخ چھوڑی کہ آنے والا مؤرخ اگر حقیقت کی نگاہ سے دیکھے گا، اور تعصب سے بالاتر ہو کر پڑھے گا تو غازی شیخ حق نواز شہیدؒ اسے اسلام کی تاریخ میں عزیمتوں کا سفیر بن کر جگمگاتا نظر آئے گا۔ اور آنے والے مؤرخ کی حقیقت آشنائی کے لئے میں نے یہ ایک چھوٹی سی کاوش کی ہے۔ اپنی تمام تر کمزوری اور کوتاہی کے اعتراف کے ساتھ میری یہ خواہش بھی ہے کہ پڑھنے والے اس کتاب کو محض معلومات میں اضافے یا تفریح کے لئے نہ پڑھیں اگر کہیں کوئی کسر نظر آئے تو اسے میری کم علمی و بے مائیگی تصور کریں اس تحریری کمزوری کو وقت کے اس عظیم فرزند کے کھاتے میں ڈالنے کی بجائے اسے میری کوتاہی سمجھ کر درگزر کریں۔

غازی شیخ حق نواز کی شہادت کو آج سات ماہ کا عرصہ ہو چکا ہے۔ یہ

سات ماہ کا عرصہ میں نے عجیب کش مکش میں گزار، کئی دفعہ ارادہ کیا کہ کچھ تحریر کر دیا جائے .... مگر ہر دفعہ اپنی علمی کم مائیگی کا احساس دامن گیر ہوتا جب کبھی اس کے عظیم کردار اور شخصیت کے سامنے میں اپنے آپ کو حقیر محسوس کرنے لگتا۔ کبھی اور بہت سارے مسائل سامنے گھومنے لگتے۔ کئی بار ارادہ کیا پھر ترک ارادہ بھی کر کے چپ بیٹھ رہا میری کیفیت کچھ یوں تھی۔

ارادے باندھتا ہوں سوچتا ہوں توڑ دیتا ہوں

کہیں ایسا نہ ہو جائے، کہیں ویسا نہ ہو جائے

لیکن بالآخر بعض احباب کی شدید خواہش اور پھر قدم قدم رہنمائی پر قلم خوبخود حرکت میں آنے لگا۔ اور صرف بیس دنوں کی قلیل مدت میں یہ کتاب تحریر کرنے میں کامیاب ہوا۔ میں اپنے ان احباب کے علاوہ بالخصوص شیخ حق نواز کے ماموں شیخ منیر احمد اور بہنوئی کا انتہائی مشکور ہوں کہ انہوں نے غازی شیخ حق نواز کی یادداشتوں پر مشتمل مواد مہیا کر کے میرے لئے آسانی پیدا کی۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو ذریعہ نجات بنائے تو اس کی مہربانی و کرم کی کوئی انتہا نہیں۔

خیر اندیش

خاکپائے شہدائے ناموس رسالتؐ

حبیب اللہ مجاہد

بانی مدیر پندرہ روزہ "الایثار" کراچی

خوشبو بکھر چکی ہے

اپنے سینے سے شہادت کو لگانے والے
تختۂ دار کی عزت کو بڑھانے والے
لوگ چومیں گے ترے نقشِ کفِ پا کی خوشبو
نعرے غیرت کے سرِ دار سنانے والے
لوٹ آؤ! ہے زمانے کو ضرورت اب بھی
پھول صحرا میں عزیمت کے اُگانے والے
دربار صحابہؓ میں بصد شوق جھکا کر گردن
نغمات صحابہؓ کی بڑھائی کے سنانے والے
موت کھاتی ہے شجاعت کی تمہاری قسمیں
موت کے چہرے پہ طمانچے سے لگانے والے

منیر نیازی

ہماری فردِ جرم

ہم نے انسان کو پستی سے اٹھانا چاہا   چاند تاروں کی فضاؤں میں اڑانا چاہا

ہم نے آئین زمانہ سے بغاوت کی ہے   ہم نے اللہ کا قانون چلانا چاہا

کون منصور، کیا کس نے جفاؤں پہ گلہ   ہم نے یہ راز بسر دار بتانا چاہا

ہم نے جمہور کا اندازِ تکلم لے کر   تختِ شاہی کو سرِ عام ہلانا چاہا

جس پہ شرمندہ رہے رونق ہنگامہ حیات   گیت وہ موت کی مضراب سے گانا چاہا

وقت مخصوص ہے جس راہ پہ شمشیر بکف   سر بکف ہم نے اسی راہ پہ جانا چاہا

خون دل، خون جگر، خون تمنا دے کر   ہم نے ہر داغ غلامی کا مٹانا چاہا

موت کی راہ میں تا عمر اذانیں دے کر   ہم نے مُردوں کو بہر طور جگانا چاہا

رب اکبر کی قسم، رحمت عالمؐ کی قسم   ہم نے دامانِ محمدؐ کو بچانا چاہا

ہم نے حق گوئی کا ہر مرحلہ طے کرکے یہاں   رسم یوسف کو زمانے میں چلانا چاہا

جشن شاہی کے چراغوں سے گریزاں رہ کر   اپنا دل اپنے ہی داغوں سے سجانا چاہا

یہ جرائم ہیں کہ ہم جن کے سزا وارر ہے

وقت بیزار تھا ہم وقت سے بیزار ہے

جانباز مرزا

غازی کا پیغام سنی مسلمانوں کے نام

برادران اسلام وغیور سنی مسلمان بھائیو!

سلام ممنون کے ساتھ آپ جناب محترم کا پیغام ملا بندہ سپاہ صحابہؓ کے قیام کی وجہ، مقاصد وا سیران کی قر بانیوں پر کچھ لکھ دے۔

جناب!!! شیعہ اور مسلمان کے درمیان تنازعات آج کے نہیں بلکہ چودہ سو سال قبل کے ہیں دور خلافت راشدہ میں حضرت محمد ﷺ کے جانثار صحابہ کرامؓ جب اسلام کی ترقی کی طرف گامزن تھے اس وقت جملہ کفار خصوصا یہودی سخت پریشان تھے بالآخر ملک یمن کا ایک یہودی النسل عبداللہ بن سبا اسلام کے لبادے میں نمودار ہوا جو نظریہ اسلام کے برعکس نام نہاد اسلام کے فروغ کے لئے، مکروہ اور مذموم مقاصد کے لئے کمربستہ ہوا جس نے محبت اہلبیتؓ کا لیبل لگا کر جہاں خلفائے ثلاثہؓ اور صحابہ کرامؓ کے خلاف گمراہ کن پراپیگنڈہ شروع کیا۔ وہیں حضرت علیؓ کے بارے میں خدا کا عقیدہ رکھنے کا اظہار و تبلیغ شروع کی جو صریحا شرک اور کفر تھا۔ محبت اہل بیتؓ کا دعوے دار ہونے کی وجہ اس کے نزدیک یہ تھی کہ لوگ اس کی باتوں کے جال میں پھنس کر اس کے آلہ کار بن جائیں گے۔ ابن سبا کا مختلف علاقوں میں کوششیں کرنے سے ایسا ہی ہوا جب اس کی سازشیں حد سے بڑھیں تو بحوالہ تاریخ یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضرت شیر خدا حیدر کرارؓ نے اس کو آگ میں جلا کر واصل جہنم کرنے

کا حکم فرمایا کہ:

"یہ شخص مشرک اور کافر تھا لیکن ہماری جھوٹی محبت کا دعوی کر کے ملت اسلامیہ میں انتشار اور رب العالمین کے اوصاف کمالہ کی کرسی پر مجھے بٹھا کے شرک کرنے کا مرتکب ہوا حالانکہ میں اللہ تعالیٰ کا نہایت ہی عاجز بندہ ہوں"

ابن سبا تو مر گیا مگر اپنا نظریہ اپنے پیروکاروں میں چھوڑ گیا۔ جو سبائی، رافضی اور شیعہ فرقوں کے نام سے مشہور ہیں جن کے مذہبی رہنما اپنی کتابوں میں ابن سبا کو اپنے "کفریہ" فرقے کا بانی و ترجمان قرار دیتے ہیں۔ اسلام مخالف اور صحابہ دشمن فرقے کے نظریات کسی سے پوشیدہ نہیں رہے کیونکہ:

چودہ سو سال میں ہر دور کے نامور اسلامی رہنماؤں نے ان (شیعہ) کے خلاف کفر کا فتوی دیا ہے جو فرمان رسول ﷺ سے لے کر اصحاب رسولؐ خصوصاً حضرت علیؓ، تابعین، فقہاء، محدثین، محققین اور علماء دین کے اعلی درجے کی شخصیات کے نام اور قلم سے عبارت ہے۔

لیکن اس اسلام وصحابہ دشمن فرقے نے "تقیہ" کے لبادے میں ماضی میں مسلمانوں کی صفوں میں رہنے کی کوشش کی اور اس کی آڑ میں جہاں نظریہ اسلام کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا وہیں مسلمان علماء اور ملت اسلامیہ کے پاکیزہ خون سے بھی ہاتھ رنگے۔

اگر آپ شیعہ کے نظریات کا بغور جائزہ لیں اور مطالعہ کریں تو کوئی ایسی

بات نہیں کہ ان کے کفر کی حقیقت آپ پر واضح نہ ہو سکے خصاصا اسلام کی اس عظیم نظریاتی عمارت جو کلمہ، نماز، روزہ، زکوۃ، حج جیسے پانچ ارکان اسلام کے بنیادی ستونوں پر استوار ہے- شیعہ کا ہر ایک کے متعلق برعکس عقیدہ ہے اور کفریہ نظریات کے حامل ہیں اور قرآن پاک جو بنیاد اسلام ہے اس کے تیس پاورں کے اصل حقانیت سے کھلم کھلا انکار کر کے اپنا نام نہاد قرآن چالیس سپاروں کا قرار دیتے ہیں اور اپنے من گھڑت اور افسانوی امام کے ساتھ اس قرآن کے ظہور کے منتظر ہیں- ان تمام کفریہ نظریات کا اظہار ان کی بنیادی کتابوں میں ملتا ہے- امام جعفر صادقؒ کے بقول "شیعہ کا عقیدہ ہے کہ جو اپنے مذہب کو چھپائے گا وہ سرفراز ہوگا اور جو ظاہر کرے گا وہ رسوا ہوگا" (شیعہ غلط باتیں اماموں اور مقدس اسلامی شخصیات کے ذمے جھوٹ کہہ کر لگاتے ہیں حالانکہ انہوں نے ایسی باتیں نہیں فرمائیں) لیکن ....

دو عشرے قبل 1980 میں جب ایران میں انقلاب آیا تو اس کے بانی خمینی ملعون نے اس تقیہ کے عقیدہ کو ترک کرنے اور کھلے بندوں شیعہ عقائد کا پرچار کرنے کا حکم دیا- پہلے تو مسلم برادری مذکورہ انقلاب کو اسلامی انقلاب کہہ رہی تھی اور خوش تھی میڈیا اور ذرائع ابلاغ نے بھی اس کو تقویت دی لیکن بھارت کے ممتاز عالم دین مولانا منظور احمد نعمانیؒ نے "شیعیت اور ایرانی انقلاب" نامی کتاب لکھ کر ایرانی انقلاب کی حقیقت اور خمینی کے اصل عقیدے

سے آگاہ کر کے مسلم ممالک کے رہنماؤں اور مسلم برادری کو تشویش میں مبتلا کر دیا (تمام مسلمانوں کو شیعہ کے اصل عقائد سے آگاہی کے لئے اس کتاب کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے)۔

ادھر جھنگ کی سرزمین پر ایک سپوت، مرد مجاہد، امام اہل سنت مولانا حق نواز جھنگوی شہید نے ایرانی انقلاب کی حقیقت اور شیعہ کے غلیظ اور کفریہ عقائد و نظریات سے دنیائے اسلام کو آگاہ کرنے اور غفلت کی چادر تان کر سوئی ہوئی سنی قوم کو جگانے کے لئے 6 ستمبر 1985 کو سپاہ صحابہؓ کی بنیاد رکھی۔ کیونکہ ایرانی حکومت کی ایما پر وطن عزیز میں قائم ایرانی سفارت خانے اور خانہ ہائے فرہنگ مختلف شہروں میں اپنی سفارتی چادر کی آڑ میں پاکستان کو شیعہ کالونی بنانے اور صحابہ کرامؓ، ازواج مطہرات، دختران رسولؐ و اہل بیتؓ رسول کے خلاف توہین آمیز لٹریچر چھاپنے اور شیعہ عقاید کو پاکستان میں عام کرنے کے لئے ایران سے آنے والی دولت اور ملکی وسائل کا بے دریغ استعمال شروع کر چکے تھے۔ جب مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ نے ایرانی اور کفریہ عقائد کی اشاعت کو روکنے کے لئے ملک بھر میں صدائے حق بلند کی بقول شاعر:

تقریر کا رقص کانوں سے آیا زبان پہ
کہرام مچ گیا شہید جھنگوی تیرے طرز بیان سے

نتیجتاً جب ایرانی حکومت کو اپنے ڈھول کا پول کھلنے کا خطرہ معلوم ہوا

تو 22 فروری 1990 کو رات 8 بجے انہیں اپنے گھر کے باہر جھنگ میں ایرانی سازش کے تحت شہید کر دیا گیا - تا کہ سپاہ صحابہؓ کا صحابہ دشمنوں اور ایرانی حکومت کے غلیظ لٹریچر کی اشاعت کو روکنے اور شیعہ کے اصل کفریہ عقائد سے ملت اسلامیہ کو آگاہ کرنے کا مقدس اور اسلامی مشن پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکے جب کہ اس کے برعکس اہل سنت کے گھروں سے صدائے حق بلند ہوئی - بقول شاعر:

یہ بازی موت کی بازی ہے یہ بازی تم ہی ہارو گے
ہر گھر سے جھنگوی نکلے گا تم کتنے جھنگوی مارو گے

اور بقول شاعر:

گل چیں کو کیا خبر کہ پھول کو مسلنے سے خوشبو بھی بکھر جائے گی

پھر اندرون ملک اور بیرون ملک سپاہ صحابہؓ کا اسلامی مؤقف بڑی تیزی سے پھیلا - مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ نے اس مشن کے فروغ کے اہم اقدامات کیے - مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ نے مشن حق کی صدا اسمبلی کے ایوانوں تک پہنچائی بالآخر مولانا ایثار القاسمیؒ ، علامہ شعیب ندیم سمیت سینکڑوں جید سنی علماء، نوجوان، وکلاء، ڈاکٹرز، تاجروں اور کارکنوں کو ایرانی حکومت اور پاکستانی شیعوں کی سازشوں کے نتیجے میں شیعہ دہشت گردوں کے ہاتھوں شہید اور ہزاروں کو زخمی کر دیا گیا -

مولانا محمد اعظم طارق آج بھی اپنے جسم پر 114 زخموں کے نشانات

کے ساتھ پرازم ہیں سینکڑوں کارکنان ، مرکزی، صوبائی عہدیداران سالہا سال سے جیلوں میں بے گناہ اسیر ہونے کے باوجود بلند حوصلوں کے مالک ہیں اور وطن عزیز کی سالمیت، نظریاتی سرحدوں کی حفاظت اور دفاع ناموس صحابہؓ کا بھرپور جذبہ رکھتے ہیں۔

ان شاء اللہ کوئی بھی ظالم حکمران اپنی تمام طاقتوں کے استعمال کے باوجود ہمیں مشن جھنگوی شہید کے مبارک راستے سے پیچھے ہٹانا تو درکنار، ایک انچ بھی ہمارے قدم نہیں روک سکیں گے............ کیونکہ ....

"اسلامی مشن کی راہ میں شہادتیں اور قربانیاں دینا ہماری میراث ہے جس پر آج بھی جھنگوی شہید کا روحانی فرزند مصروف عمل ہے"

انقلاب کا کنول ہمیشہ خون کے تالاب میں ہی کھلتا ہے

امید ہے کہ کارکنان جماعت اور ملت اسلامیہ مذکورہ جذبے کی پیروری کرے گی کیونکہ جس قوم کے اندر اپنی حالت سنوارانے کا شعور موجود ہو وہ قوم ہمیشہ انمٹ نقوش کا حامل انقلاب برپا کرنے میں کامیاب وسرفراز ہوتی ہے۔

انشاء اللہ سینکڑوں شہدا شہید جھنگوی کے مبارک خون کی برکتوں اور مخلص اور پرعزم ساتھیوں کی کاوشوں سے وطن عزیز میں اسلامی سنی انقلاب کا قیام ضرور وقوع پذیر ہوگا .... لہذا ....

آپ سب احباب سپاہ صحابہؓ کی تنظیم سازی، یونٹوں کے زیادہ زیادہ

قیام اور مخلص عہدیداران کا عمل جلدا جلد پایا تکمیل تک پہنچائیں اور فعال ہو کر کام کریں تا کہ ہر گام جماعت کی موجودگی کا احساس ہو۔

مسلمانان عالم خصوصاً اسلامیان پاکستان سے گزارش ہے کہ آپ چاہے جس بھی سیاسی جماعت یا زندگی کے کسی بھی شعبہ سے تعلق رکھتے ہیں محض اللہ رب العزت کی رضا کے لئے پاکستان میں سنی انقلاب کو پایا تکمیل تک پہنچانے اور مملکت خداداد میں خلافت راشدہؓ کے نظام کے نفاذ کے لئے سپاہ صحابہؓ کے مؤقف کی تائید، حمایت اور تعاون میں شب و روز اضافہ فرمائیں.......... تاکہ .... وطن عزیز میں اسلامی قوانین کا نفاذ اپنی صحیح اسلامی روح کے ساتھ ہو سکے۔ اللہ حافظ

چمن والو خدا حافظ قفس میں لے چلی گردش دوراں
وطن میں گر اندھیرا ہو تو گھر میرا جلا دینا

والسلام

غازی شیخ حق نواز جھنگوی

اسیر قیدی سزائے موت ڈسٹرکٹ جیل میانوالی

خادم سنی قوم

نعرہ سنی...... جیوے سنی

14/1/2001

غریب گھرانے کا چشم و چراغ

10 اکتوبر 1970ء بمطابق 12 ربیع الاول کا دن شیخ خالد محمود کے لئے دہری خوشی کا دن تھا- آج ایک طرف مسلمان حضورؐ کے یوم ولادت کی خوشیاں منا رہے تھے- ہر مسلک کے لوگ اپنی سوچ اور اپنے عقیدے کے مطابق ولادت نبویؐ کی خوشی منانے میں مصروف تھے- کسی نے اپنے گھر کو قمقموں سے بجھا رکھا تھا- کسی نے مسجد کو دلہن کی طرح سجایا ہوا تھا کسی نے روڈ اور گلیوں پر بینرز اور چراغاں کر کے کسی نے اس جشن رونق کو دوبالا کیا ہوا تھا- غرض ہر طرف خوشیوں کا سماں تھا ہی مگر شیخ خالد محمود جو جھنگ کے مشہور "شیخ" خاندان کے ایک غریب گھرانے کا فرد تھا کے ہاں آج دہری خوشی منائی جارہی تھی- آج ان کے گھر پر یکے بعد دیگرے 4 لڑکیوں کے بعد لڑکے کی پیدائش ہوئی تھی- لڑکے کی پیدائش ویسے بھی باعث تفاخر اور باعث خوشی ہوا کرتی ہے مگر ان کے ہاں اس پر کچھ زیادہ ہی خوشی اس لئے تھی کہ کافی عرصہ سے ماں کی گود بچے کے لئے بے قرار تھی- شیخ خالد محمود کی عمر بھی کافی ہو چکی تھی غربت کا سامنا تھا تو دوسری طرف آئے روز مہنگائی نے کمر توڑ رکھی تھی- ایسے میں "باپ" کو سہارے کی تلاش ہوتی ہے- بچے کا پیدا ہونا معمر باپ کے لئے سہانے خوابوں کا سبب بنتا ہے............ دائی نے جب بچے کی خبر پہنچائی تو شیخ خاندان کی خوشی کی انتہا نہ رہی مگر ساتھ ہی اس نے یہ خبر بھی دی کہ بچے کے سینے پر نقش ہے- پھر

جب نقش کو پڑھا گیا تو معلوم ہوا کہ قدرتی طور پر "حق چار یار" کی مہر لگی ہوئی ہے۔

یہ محض اتفاق تھا یا خداوندی فیصلہ کہ آج جھنگ میں سیرت النبیؐ کے حوالے سے منعقدہ پروگرام میں شرکت کے لئے وقت کے بڑے بڑے بزرگ علماء تشریف لائے ہوئے تھے۔ فیصلہ ہوا کہ بچے کو کسی بزرگ کے پاس لے جایا جائے جو نام بھی تجویز کرے اور اس نقش کے بارے میں بھی کوئی بات بتائے۔ چنانچہ شیخ المشائخ امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت خواجہ خواجگان حضرت خواجہ خان محمد کندیاں شریف والے کی خدمت میں بچے کو لے جایا گیا۔ حضرت نے ایک نظر نقش کو دیکھا اور والدین کو دیکھا والدین کو خوشخبری دی کہ مبارک ہو بچہ بہت ہی بڑا کارنامہ انجام دے گا اور بڑا نام کمائے گا۔ پھر بچے کی عمر اور صحت کے لئے طویل دعا فرمائی اور ساتھ ہی "حق نواز" نام تجویز ہوا۔

حق نواز کی پرورش میں ماں باپ نے کوئی کسر نہ چھوڑی باوجود غربت کے جب بچہ پانچ سال کا ہوا تو اسے سکول داخل کرایا تاکہ تعلیم حاصل کر سکے۔ جھنگ کے پسماندہ علاقے میں ایک غریب شخص کے لئے اپنے بچے کی تعلیم ایک بہت بڑا مسئلہ تھا جہاں مزدوری اور محنت کر کے بڑی مشکل سے گزارا ہوا کرتا ہے مگر والدین کی خواہش اور کوشش رنگ لائی حق نواز بڑے اچھے نمبروں سے پرائمری تک پڑھتا رہا۔ سکول میں اپنی شرافت، اپنے اخلاق اور قابلیت میں اپنی مثال آپ تھا۔ اساتذہ اس کی مثالیں دیا کرتے تھے۔ مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ جس دن حق نواز پانچویں جماعت میں پاس ہونے کی خوشخبری لے کر گھر آیا اسی دن والد کو فالج کا سخت حملہ ہوا۔ جس کی وجہ سے بہت حد تک

مفلوج ہو کر رہ گئے۔

شیخ خالد محمود میونسپل کمیٹی محکمہ چونگیات میں ملازم تھا۔ کم تنخواہ زیادہ محنت اس کا شعار اور اس کی قسمت تھی۔ اب مفلوج ہونے کے سبب گھر کا گزارا چلنا مشکل ہوا۔ حق نواز گھر کا اکلوتا اور بڑا فرزند تھا والد کے مفلوج ہونے کے بعد ساری ذمہ داری ان پر آن پڑی۔ تعلیم جاری رکھنا مشکل ہوا۔ چنانچہ کم عمری کے باوجود والد کی جگہ پر ملازمت کرنے کا فیصلہ کیا۔ عمر تو اتنی نہ تھی البتہ قد لمبا اور صحت اچھی تھی جس کی وجہ سے محکمہ کو کوئی عذر نہ ہوا۔ اب گھر کی ذمہ داری اٹھائے حق نواز محکمہ چونگیات میں روز ملازمت کے لئے جاتا............ بہت سے دوسرے بچوں کی طرح اس نے بھی سہانے خواب اعلیٰ تعلیم اور ملازمت کے دیکھے تھے مگر............ قدرت نے اس سے وہ کام لینا تھا جو بہت کم خوش نصیبوں کے حصے میں آتا ہے............

ہر پھول کی پتی میں کہاں نازِ عروساں!

کچھ پھول تو کھلتے ہی مزاروں کے لئے ہیں

جاگیرداروں کا ظلم

جھنگ کی سرزمین چند جاگیرداروں کی ملکیت تصور کی جاتی تھی۔ یہ جاگیریں ان کو انگریزوں کی چاپلوسی، مسلمانوں کی تحریک آزادی کچلنے میں بھرپور تعاون اور غریب عوام کو انگریز کی حمایت پر مجبور کرنے کے صلے میں انگریز

سامراج نے عطا کر رکھی تھیں- یہ جاگیر دار اپنے مزارعوں، کسانوں اور مزدوروں پر ظلم کرنا تو اپنا حق سمجھتے ہی تھے مگر سرکاری ملازموں کو بھی اپنے زیر دام تصور کرتے تھے- ان کی مرضی سے جھنگ میں کمشنر، ڈپٹی کمشنر، اے سی حتی کہ چھوٹے سے چھوٹے ملازم تک تعینات ہوا کرتے اور ان میں سے کسی کی مجال نہ تھی کہ کسی معاملے میں ان جاگیرداروں کی نافرمانی کریں-

سیاست پر تو ان جاگیرداروں نے قبضہ کر ہی رکھا تھا- .... بیورو کریسی ان کے زیر تسلط تھی جبکہ یہ جاگیردار ظلم اور تشدد میں اس حد تک بڑھے ہوئے تھے کہ لوگوں کو جو ان کے ظلم کے آگے بے بس تھے مذہب میں بھی اپنا ہمنوا بنانے کی کوششوں میں حد سے بڑھے ہوئے تھے- چانچہ انگریز کی چاپلوسی کرنے والے جاگیردار کو "کرنل" کا خطاب عطا ہوا تھا تو کسی کو سر اور سرادر کے القاب ملے تھے- یہ ظالم جاگیرداران القابات کا رعب جھاڑ کر آزادی کے بعد مسلمانوں کو اپنی غلامی کے شکنجے میں کستے جا رہے تھے- چنانچہ کوئی بھی مزدور ملازم ان کے ظلم سے محفوظ نہ تھا- تاریخ جاننے والوں کے علم میں ہے کہ جھنگ برصغیر کا سب سے قدیم اور مشہور ڈسٹرکٹ تھا- مگر آج اس کی ترقی کا اندازہ لگائیں تو پسماندگی، غربت، بے روزگاری، تعلیم اور صحت کی سہولیات کے فقدان میں کوئی ضلع اس کا مقابل نہیں- یہ سب کچھ ان جاگیرداوں کی سازشوں کا کرم تھا جو غریب کو غریب تر بنانے میں اپنی کرسی کی بقا تصور کرتے تھے-

شیخ حق نواز بھی ایک ملازم تھا بھلا کیسے ان کے ظلم سے محفوظ رہ سکتا تھا- جبکہ اس کی طبیعت فطرتاً غیر لچکدار تھی، غیرت وحمیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی

تھی۔ظلم ہوتے دیکھ سکتے تھا س نہ برداشت کرسکتا تھا۔اپنی نوکری میں دیانت، امانت اور شرافت کا مظاہرہ کرنا اس کی فطرت ثانیہ تھی۔ ایسا شخص جو کھرے کردار کا مالک ہو جاگیرداروں سے کیسے محفوظ رہ سکتا تھا۔ چنانچہ ایک روز چونگی پر ڈیوٹی کے دوران ایک جاگیردار کی غیر قانونی ڈیمانڈ پوری نہ کرنے پر جاگیردار پوری آب و تاب سے برس پڑا۔ اس کے محافظوں نے غریب گھرانے کے اس چشم و چراغ کی جوان کی غربت کا واحد سہارا تھا خوب درگت بنائی............

کہانی میری روداد جہاں معلوم ہوتی ہے
جو سنتا ہے اسی کی داستان معلوم ہوتی ہے

کتنے ہی مظلوم تھے جو روز ستم کا نشانہ بنائے جاتے اور اسی طرح در در کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہوا کرتے یہ تو صرف ایک حق نواز تھا جس کی داستان زیر قلم ہوئی ورنہ اس قرطاس کا ہر صفحہ ظلم کی کہانیوں سے سیاہ ہے۔مگر ظلم پھر ظلم ہے بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے............ بالآخر ظلم نے مٹنا ہی تھا اور دنیا نے دیکھا کہ ظلم کے سائے سمٹنے لگے اور جھنگ کے غریب عوام کی امیدوں کا سہارا بن کر ایک کمزور، ضعیف، اور ناتواں "مولوی" میدان میں آیا۔ وہ بڑھا اور بڑھتا ہی چلا گیا۔

سائے کی تلاش میں

تیری تلاش میں نکلے تو اس طرح نکلے
گردِ راہ سفر ہوگئے زمان و مکاں
میں خاکِ راہ سہی ڈھونڈتا اُسی کو ہوں
نہ وہ نجوم ہیں، جس کی طلب میں سرگرداں

اس واقع نے حق نواز کی دنیا ہی بدل ڈالی وہ جاگیرداری سے نفرت کرنے لگا.......... اور ان سے نجات حاصل کرنے کے لئے کسی سائے اور سہارے کی تلاش میں نکل پڑا.......... اس نے نجانے کتنے دروازوں پر دستک دی کتنے ہی لوگوں کو اپنے دکھ درد کی کہانی سنائی .... کتنے لوگوں سے اس نے مایوس ہوکر لوٹنے میں عافیت سمجھی.......... وہ کسی بھوکے پیاسے کی طرح ان جاگیرداروں کے خلاف اٹھنے والی کسی مضبوط صدا کی تلاش میں پھرتا رہا- اس نے کئی سیاسی جماعتوں کی مجلس اجلاس اور کانفرنسیں دیکھیں .... کئی دینی رہنماؤں سے ملا .... کئی پیروں فقیروں کے در پر دستک دی کہ شاید یہاں سے دوا ملے جس سے مداوائے غم ہوسکے .... ہر طرف سے مایوسی ہوئی.......... ہر طرف سے اندھیری رات کی طوالت کے خطرے کی بو محسوس ہوئی.......... مگر وہ مایوس نہ تھا-

CamScanner

اس کے والدین غریب ضرور تھے .... مگر بے دین نہیں .... دین سے قلبی لگاؤ اسے ورثے میں ملا تھا- ایک طرف اللہ سے مانگنے میں مصروف تھا تو دوسری طرف اسباب کی دنیا میں سرتوڑ کوشش جاری رکھی ہوئی تھی .... ایک دن اس نے سوچا اسے کس چیز کی تلاش ہے؟ ایک سائے کی جو اس ظلم سے بھری .... ستم سے بھرپور دنیا میں ظالموں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے والے کو سہارا دے- جاگیرداروں کے خلاف سخت نفرت اس کے دل میں روز اول سے تھی مگر اس واقع کے بعد وہ بھڑک اٹھی تھی اب وہ ہر حال میں ان ظالم جاگیرداوروں کا مقابلہ کرنا چاہتا تھا جو ظلماً لوگوں کو مذہب تک بدلنے پر مجبور کرتے تھے-

جھنگ کا علاقہ حساس علاقہ تھا............ یہاں کے جاگیردار ایک مخصوص مذہبی سوچ اور فکر کے حامل تھے............ اور اپنے سیاسی اقتدار اور مال و دولت کو اپنے مذہب کی ترویج و تنفیذ کے لئے خوب استعمال کرتے تھے- جھنگ کی اکثریت مسلمان اہلسنت کی ہے جبکہ یہ مخصوص جاگیردار طبقہ شیعہ مذہب پر عمل پیرا تھا- ان جاگیرداروں کے شہ پر کمزور، ناتواں اور غریب سنی مسلمانوں کو بزور طاقت شیعہ مذہب اختیار کرنے پر مجبور کیا جاتا- شیعہ مذہب کے خلاف بات کرنا تو دور کی بات تھی سنی اپنے عقیدے کے مطابق جلیل القدر صحابہ کرامؓ خلفائے راشدینؓ کا نام تک نہیں لے سکتے تھے- پھر شیعہ اپنے مذہب کے مطابق محرم کے جلوسوں اور مجلسوں میں خلفائے راشدینؓ پر خوب خوب تبرا کرتے............ مسلمان احتجاج تک کرنے کی سکت نہ رکھتے............ شیخ حق نواز نے یہ سب کچھ دیکھا اور سنا

تھا- وہ بھی ایک سنی گھرانے میں پیدا ہوا تھا- اسکے دل میں سید المرسلینؐ اور ان کے صحابہ کرامؓ واہلبیتؓ کی محبت اور تعظیم کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی- وہ جانتا تھا کہ ان جاگیرداروں کے مقابل ڈٹ کر حق بات کہنا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے- بالخصوص ایک "مذہبی عقیدے" اور مسلمانوں کے جلیل القدر صحابہ کرامؓ سے متعلق ان کے عقائد کو چیلنج کرنا موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے-

آل پاکستان دفاع صحابہؓ کانفرنس میں شرکت

شیخ حق نواز نے سپاہ صحابہؓ کے متعلق سن رکھا تھا مگر اسے کوئی خاص دلچسپی نہ تھی۔ جاگیرداروں کے ساتھ جھگڑے کے واقعہ نے شیخ حق نواز کی آنکھیں کھولیں .... انہیں دنوں آل پاکستان دفاع صحابہؓ کانفرنس محلہ چندانوالہ جھنگ کے گراؤنڈ میں منعقد ہو رہی تھی۔ غالباً یہ سپاہ صحابہؓ کے زیر اہتمام 1986 کی بات ہے شیخ حق نواز کے ایک دوست نے جو چونگی پر ان کے ساتھ ڈیوٹی کر رہا تھا کانفرنس میں شمولیت کی دعوت دی۔ ان دنوں شیخ حق نواز رات کی ڈیوٹی کرتا تھا۔ چنانچہ دوست کے ساتھ پروگرام بنا اور 12 بجے رات اپنے دوست کے ہمراہ کانفرنس میں شرکت کے لئے گیا۔ جب شیخ حق نواز وہاں پہنچا تو آدھی رات گذر چکی تھی لیکن اس کے باوجود لوگوں کا جم غفیر مقررین کی تقاریر سننے میں محو تھا۔ رات کو بھی دن کا سماں تھا ہر طرف قمقمے روشن تھے۔ سپاہ صحابہؓ کے پرچم اور بینرز چاروں طرف آویزاں تھے۔ دوسری طرف کسی عام جلسے کانفرنس کی طرح افراتفری کا منظر نہ تھا۔ سیکورٹی کے چاق و چوبند جوان تندھی سے اپنے فرائض انجام دے رہے تھے۔ اس ڈسپلن نے پہلی مرتبہ شیخ حق نواز کے دل پر گہرا اثر چھوڑا۔

یہی وجہ تھی کہ وہ تھکاوٹ سے چور ہونے کے باوجود فجر کی اذان تک جلسہ گاہ میں تقاریر سنتا رہا۔ مقررین کی آمد پر استقبالی نعروں، اور تکبیر، رسالتؐ

اور مدح صحابہؓ کے نعروں سے فضا رات بھر گونجتی رہی - رات ہونے کے باوجود سامعین پر جوش تھے اور "جاگ" کر تقریریں سن رہے تھے - شیخ حق نواز کو یوں لگا جیسے یہ صرف رات کا جاگنا نہیں بلکہ جھنگ کے مسلمانوں کا بالخصوص اور ملک بھر کے مسلمانوں کا بالعموم غفلت سے بیداری کا آغاز ہے - اسے سوئی ہوئی قوم کے جاگنے کے آثار نظر آنے لگے - اور چشم بصیرت نے اسے مستقبل کے ایک دور کی جھلک دکھائی جب اس ملک میں اللہ اور اس کے رسولؐ کا نظام نافذ ہو گا - صحابہؓ و خلفائے راشدینؓ کے دشمنوں کو نکیل ڈالنے کے لئے اسلامی قوانین کا نفاذ ہو گا - نیز جاگیردار اور ظالم وڈیروں سے ظلم کے ایک ایک واقعے کا حساب لیا جائے گا -

انہی سوچوں میں گم شیخ حق نواز مختلف اکابرین کی تقاریر سننے میں مصروف تھا ایک چیز جو اس نے خاص طور پر نوٹ کی وہ یہ تھی کہ کانفرنس میں تمام مسلم مکاتیب فکر کے جید علما اور نمائندے شریک تھے - جن میں اکابرین علمائے دیوبند کے علاوہ بریلوی اور اہلحدیث مسلک کے علماء بھی موجود تھے - مختلف علماء اپنے اپنے انداز میں اسلامی نظام کے نفاذ، خلافت راشدہ کے احیاء اور ناموس رسالتؐ و صحابہ کرامؓ کے تحفظ کے عنوان پر خطاب کرتے رہے - اچانک فضا نعروں سے گونج اٹھی لاکھوں شرکاء ایک دم کھڑے ہو گئے نعروں میں پہلے سے زیادہ شدت کے علاوہ لوگوں کے استقبال کے کھڑے ہونے پر شیخ حق نواز چونک اٹھا - سٹیج سے اعلان ہو رہا تھا کہ انجمن سپاہ صحابہؓ کے سرپرست شیر اسلام، محافظ ناموس صحابہؓ علامہ حق نواز جھنگوی خطاب کرنے والے ہیں -

شیخ حق نواز کی نظریں سٹیج پر جم گئیں اور سٹیج پر موجود علما، کو غور سے دیکھنے لگا اس کے دل میں خیال آیا کہ شاید کوئی بھاری بھر کم جسم، اور ہیبت والی شخصیت نمودار ہوگی۔ مگر اس وقت اس کی حیرانگی مزید بڑھ گئی جب ایک کمزور جسم پستہ قد، درمیانہ عمر کے عالم دین آگے بڑھتے نظر آئے۔ نعروں کی گونج میں اور شدت آئی شرکا، کھڑے ہو کر استقبالی نعروں کے علاوہ کافر کافر شیعہ کافر کے مخصوص نعرے کا گویا ورد کر رہے تھے۔ سٹیج پر نمودار ہونے والی نحیف اور کمزور جسم والی شخصیت نے مائیک سنبھالا اور بڑھے دھیمے انداز میں خطبہ ارشاد فرمانے کے بعد اپنے مخصوص انداز میں خطاب شروع کیا۔

خطیب کی زبان سے نکلنے والا ہر لفظ شرکائے جلسہ کی طرح شیخ حق نواز کے دل میں اترتا گیا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے کسی ڈاکٹر نے مریض کی دکھتی رگ پکڑ لی ہو اور مریض درد کی شدت کے ساتھ ساتھ دوا کی امید سے طبیب کی طرف متوجہ ہو رہا ہو کہ کس گھڑی طبیب دوا لگائے اور مریض کو آرام آ جائے۔ شیخ حق نواز کو یوں لگا جس مسیحا کی تلاش تھی وہ یہی ہو۔ علامہ حق نواز کی تقریر نے شیخ حق نواز کو اپنا مکمل گرویدہ بنایا.......... یہی وجہ تھی کہ جب وہ صبح کی اذاں سے قبل دعا کر کے جلسے کے اختتام پر واپس لوٹا تو اسکے دل کی دنیا بدل چکی تھی ....

اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ وہ اس نڈر اور بے خوف، جرأت و بہادری کے ساتھ ساتھ انتہا درجے کی عاجزی، انکساری اور سادگی کے سراپا مجسمہ نما شخصیت کی جماعت کا باقاعدہ رکن بن کر اس عظیم اسلامی مشن کی تکمیل کے لئے آخر دم تک جدوجہد کرے گا۔

شیعوں سے لڑائی

کانفرنس سے واپسی پر اس کے دل میں یہ شوق بار بار ٹھاٹھیں مارتے سمندر کی طرح جوش مار رہا تھا کہ ہو نہ ہو کسی طرح سے اس عظیم اور سحر انگیز شخصیت سے ملاقات کی جائے۔ جس نے ایک ایسی قوم کو للکارا ہے جو صدیوں سے اسلام کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے کے لئے سرگرم ہے۔ اس وقت اس کی پشت پر ایک بہت بڑا ملک ہے جو اس کے تمام معاملات اور ہر منصوبے میں تعاون کے لئے ہر گھڑی تیار رہتا ہے۔ شیعہ یوں تو صدیوں سے اسلام دشمنی میں مشہور رہے ہیں لیکن اسوقت وطن عزیز میں ایرانی شہہ پر تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے نام سے ایرانی انقلاب کی برآمد کے لئے ہر طرح کے اسلحہ سے لیس ہو کر میدان میں آیا ہوا ہے۔ اسکے خلاف یوں برسرعام آواز اٹھانا اسکے مکروہ عزائم بے نقاب کرنا، گھناؤنے چہرے سے نقاب اٹھانا یقیناً موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ اور مولانا جھنگوی یہ دعوت لیکر ملک کے کونے کونے میں جارہے تھے۔

اب سوال یہ تھا کہ کس ذریعے اور واسطے سے یہ ملاقات کی جائے آخر کون اس وقت محبوب رہنما سے ملاقات کرانے کی ذمہ داری نبھائے گا۔ ان دنوں شیخ حق نواز کا گھرانہ محلہ بھروانہ سے نئے ذاتی مکان محلہ احمد نگر مرضی پورہ منتقل ہو چکا تھا۔ شیخ حق نواز اکثر ننھیال جایا کرتا تھا جو محلہ خواجگان میں رہتے تھے۔ حق نواز ملازمت کے ساتھ شام کے وقت ایک معروف باڈی بلڈنگ کلب "بسم اللہ ہیلتھ" میں جسمانی نشوونما کے لئے ورزش کرنے جایا کرتا تھا۔ اس کلب کے سینئر ممبر شیخ محمد نواز شیر دل، مولانا حق نواز جھنگوی کے قریبی

ساتھیوں میں سے تھے۔ جن سے شیخ حق نواز کی اچھی دعا سلام تھی۔

ایک روز شیخ حق نواز اپنے نئے محلہ مرضی پورہ سے ننھیال جانے کے لئے نکلا، جب وہ محلہ خواجگان کی گلی میں داخل ہوا تو اس نے محلہ کی دیواریوں پر صحابہ کرامؓ اور خلفائے راشدینؓ اور امہات المومنینؓ کے خلاف نازیبا چاکنگ دیکھی۔ شیعہ دہشت گردوں نے عظیم ہستیوں کو ماں بہن کی گالیاں تحریر کی تھیں جبکہ اس کے ساتھ ساتھ مولانا حق نواز جھنگوی اور سپاہ صحابہؓ کے خلاف بھی سخت گالیاں لکھی ہوئی تھیں۔ تحریر پڑھ کر شیخ حق نواز کو فوراً خیال آیا کہ ہو نہ ہو یہ صحابہؓ دشمن شیعہ دہشت گرد گروہ کی کاروائی ہے۔ اس پر شیخ حق نواز کو بہت غصہ آیا اس نے اپنی قمیض اُتاری اور اس سے یہ چاکنگ مٹائی..........اور وہ الٹے پاؤں واپس لوٹا باہر سڑک کے کنارے محلّہ کے کچھ شیعہ لڑکے دکاندار بیٹھے ہوئے تھے۔ شیخ حق نواز اس وقت بہت جذباتی تھا اگر اس کے بس میں ہوتا تو ان بدزبانوں کو سبق سکھاتا اس نے بڑے غصے میں صحابہؓ دشمنوں کو خوب سنائی۔ اور کہا کہ مولانا حق نواز واقعی سچ کہتا ہے اگر شیعہ اسی طرح نازیبا حرکات کرتا ہے تو وہ بیشک کافر ہے اور شرارتی ہے۔ اس صدائے احتجاج پر محلّہ کے شیعوں نے مسلمانوں کے بڑوں سے بعد میں شکایت کی مگر اس وقت کچھ نہ کہا۔

چند روز بعد جب وہ وہاں سے گذرنے لگا تو شیعہ شرارتی نوجوانوں نے جو اسی تاک میں کئی دنوں سے بیٹھے تھے ان کا راستہ روکا اور بڑی ڈھٹائی سے کہنے لگے کہ اس روز ہم تیاری میں نہ تھے اس لئے تم بچ کر نکل گئے آج ہرگز نہیں بچ کر جا سکو گے۔ شیخ حق نواز شیر کا دل رکھتا تھا اس نے کہاں خوف کھانا تھا منہ ماری کے بعد جب بات ہاتھا پائی تک پہنچی تو شیخ حق نواز نے کہا کہ میں ابھی آتا

ہوں یہ کہہ کر وہ نانا کے گھر گئے اور نانا کی تلوار اٹھا کر آ گئے- جب شیعہ بزدل دہشت گردوں نے دیکھا کہ اب ان کی خیر نہ ہوگی تو چند مکار شیعہ بزرگوں نے آگے بڑھ کر معاملہ رفع دفع کرایا حالانکہ تھوڑی دیر پہلے وہ تماشا دیکھ رہے تھے- جبکہ شرارتی نوجوان اشارہ پاتے ہی حق نواز کے ارادے بھانپ کر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہوئے مسلمان دکانداروں نے جب واقع سے متعلق سنا تو فوراً آگے بڑھے اور شیخ حق نواز کو ننھیال لے آئے اور باہر نکلنے سے منع کیا- بزدل دشمن تھوڑی دیر بعد مردوں عورتوں پر مشتمل جلوس کی شکل میں نانا کے گھر پر حملہ آوار ہوا لیکن یہاں بھی شیخ حق نواز کی جرأت نے کام دکھایا- اور وہ ایک بار پھر اپنے ارادے سے ناکام ہو کر بھاگ نکلے-

شیخ حق نواز یہاں سے فوراً شیخ محمد نواز شیر دل کے پاس پہنچا اور اسے واقع سے آگاہ کر کے تعاون کی درخواست کی تاکہ اسلحہ وغیرہ جمع کر کے ان دشمنان صحابہ کا مقابلہ کیا جا سکے- شیخ شیر دل سپاہ صحابہؓ کے بانی مولانا حق نواز کا قریبی ساتھی تھا- چنانچہ پہلے اس نے شیخ حق نواز کو سمجھایا اور جب جذبات کچھ ٹھنڈے ہوئے تو اسے مشورہ دیا کہ وہ محلہ پیلیانوالہ میں مولانا حق نواز جھنگوی کے پاس چلا جائے اور انہیں واقع سے آگاہ کرے تاکہ اس دشمن کا بھرپور مقابلہ کرنے کے لئے کوئی منصوبہ بندی کی جا سکے............ شیخ حق نواز نے جب مولانا حق نواز کا نام سنا تو اس کے دل میں چھپی خواہش جاگ اٹھی .... اچانک اسے یوں لگا جیسے اس کے ارماں اور اس کی دیرینہ تمنا پوری ہونے والی ہو............ جس شخصیت سے ملنے کے لئے وہ کئی روز سے منصوبے بنا رہا تھا، اور واسطے تلاش کر رہا تھا قدرت نے اس کو اس سے ملاقات کا موقع فراہم کر دیا تھا-

امیر عزیمت کی صحبت میں

شیعہ نوجوانوں سے جھگڑے، نازیبا چاکنگ اور مسلسل شرارت نے شیخ حق نواز کو انتقام کا راستہ دکھایا - وہ چاہتا تھا کہ جلد ہی اسلحہ لے کر آئے اور ان دین، ملک اور ملت کے دشمنوں کے خلاف حتمی کاروائی کرے - ان سے صحابہؓ دشمنی کا بدلہ اپنے ہاتھ سے لینے کا ارمان اسکے دل میں بار، بار جاگ رہا تھا اس کے ساتھ ہی ایک محبوب شخصیت سے ملاقات کی خواہش بھی اسے کئی روز سے جگائے ہوئے تھی اس نے کئی دنوں سے وقت کے عظیم رہنما سے ملاقات کا بہانہ ڈھونڈنے کے لئے طرح طرح کے منصوبے سوچے تھے آج وہ اس عظیم شخصیت سے ملنے جا رہا تھا - اس کے دل میں طرح طرح کی وسوسے جنم لے رہے تھے وہ سوچ رہا تھا کہ اتنے عظیم آدمی سے ملاقات اس کے لئے ممکن بھی ہوگی کہ نہیں؟ اور اگر ملاقات ہو بھی گئی تو اس کا کیا ردعمل ہوگا؟ محفل کے آداب سے وہ بالکل ناواقف تھا جاگیرداروں اور سیاستدانوں کی کوٹھیوں کی رونقیں، محافظوں کا جمگھٹا دربانوں کی جھڑکیں اور نام نہاد رہنماؤں کی ناز و نخرے کی کہانیاں وہ سن چکا تھا اسے خدشہ تھا کہ شاید یہاں بھی کوئی ایسی کیفیت ہوگی -

انہی سوچوں اور خیالات میں گم وہ محلہ پیلیانوالی پہنچا - مسجد کے ساتھ حجرے میں قائم سپاہ صحابہؓ کے دفتر میں جب وہ داخل ہوا تو کمرہ اس کی برادری کے لوگوں اور مقامی نوجوانوں سے بھرا ہوا تھا - انہی نوجوانوں کے درمیان سادہ سی دری پر مولانا حق نواز بیٹھے ہوئے تھے - نہ کوئی دربان تھا، نہ ہی کوئی سیکرٹری، نہ اسے وقت لینے اور انتظار کی تکلیف برداشت کرنی پڑی اور نہ ہی

دربانوں کی جھڑکیں سنی پڑیں- وہ بلا روک ٹوک حجرے میں داخل ہوا تھا وقت کے اس نامور عظیم رہنما کو اس طرح عام لوگوں میں گھل مل کر بیٹھا دیکھ کر پہلی ہی نظر میں وہ متاثر ہوا- تعارف کا مرحلہ درپیش تھا جو ایک جاننے والے کی موجودگی کے سبب آسانی سے ہوا- شیخ حق نواز نے یوسف پہلوان جو اس کا پہلے سے جاننے والا تھا- مختصراً واقعہ سنایا اور آنے کے مقصد سے آگاہ کیا- یوسف پہلوان نے کہا اس واقعہ سے متعلق کسی نے پہلے ہی مولانا کو فون پر آگاہ کیا ہے- اور پھر اس نے مولانا حق نواز سے کہا کہ یہ وہی نوجوان ہے جس کا شیعوں سے محلہ خواجگان میں جھگڑا ہوا ہے-

مولانا حق نواز نے ایک نظر غور سے نوجوان کی طرف دیکھا اپنے قریب بلایا اور بڑے ہی پیار سے قصے کی تفصیلات جاننے کی خواہش کا اظہار کیا- نوجوان نے واقعہ کی تفصیلات من وعن بتلائیں- جس پر مولانا حق نواز نے اسے تسلی دی، اور اس کو سمجھاتے ہوئے کہا کہ اس طرح اکیلے میں کبھی کسی سے نہ جھگڑنا- شیخ حق نواز نے کہا کہ مجھے اسلحہ اور لڑکے دیں تا کہ ان دشمنان صحابہؓ کا صفایا کردیا جائے .... مولانا حق نواز نوجوان کا جذباتی مطالبہ سن کر مسکرائے اور تھوڑی دیر اسے اپنے مشن سے متعلق بڑے دلنشین انداز میں آگاہ کیا- اور کہا کہ سپاہ صحابہؓ اولاً قانونی دائرہ کار میں رہ کر آئینی طریقے سے صحابہؓ پر ہونے والے تبرا کی اس ناپاک تحریک کو روکنا چاہتی ہے- رہی بات شیعہ کی دہشت گردی کی تو اس کا جواب دینے کے لئے سب سے پہلے ہمیں منظم ہونا پڑے گا- ان کا مقصد ہمیشہ سے دہشت گردی اور قتل و غارت کے ذریعے مسلمانوں کو مشتعل کرنا ہے تا کہ مسلمان بھی دہشت گردی پر اتر آئیں اور

انتظامیہ وحکومت میں موجود شیعہ عناصر کی مدد سے اس تحریک کے اہم رہنماؤں کو مقدمات میں پھنسا کر ہمیشہ کے لئے پس دیوار زنداں کر دیا جائے۔

اسی اثنا میں محلہ خواجگان میں ہونے والے جھگڑے کی خبر شہر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل چکی تھی اور لوگ جگہ جگہ سے فون پر تفصیلات پوچھ رہے تھے۔ جبکہ مولانا حق نواز جھنگوی لوگوں کو بڑے اچھے انداز میں پیار اور محبت سے امن کی تلقین کر رہے تھے۔ شہر میں خبر کے پھیلتے ہی کشیدگی بڑھتی جا رہی تھی۔ شیخ حق نواز کو چھڑانے والے مسلمان دکان داروں کے ساتھ بعد میں شیعہ مسلح دہشت گردوں نے بدتمیزی کی اور جلاؤ گھیراؤ کا سلسلہ شروع ہو گیا جس کی وجہ سے انجمن تاجران کے حاجی محمد علی اور دیگر رہنما بھی شام کو دفتر آئے۔ اور یوں معاملہ بات چیت کے ذریعے حل کرنے کی کوششیں شروع ہوئیں۔

شہر میں پھیلنے والی کشیدگی کے سبب مولانا حق نواز جھنگوی نے شیخ حق نواز کو گھر جانے سے منع کیا تھا۔ چنانچہ وہ تین روز تک دفتر سپاہ صحابہؓ میں مقیم رہا۔ اس دوران اس نے پہلی بار مولانا حق نواز کو قریب سے دیکھا .... قربت جیسے جیسے بڑھتی جاتی محبت وعقیدت میں اضافہ ہوتا جاتا .... تین دن بعد جب شیخ حق نواز معاملہ رفع دفع ہونے پر دفتر سے گھر کی طرف جا رہا تھا تو اس کا دل مولانا حق نواز سے محبت وعقیدت کے جذبات سے کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ دل میں بیٹھنے والی یہی محبت تو تھی جو آخر وقت تک اسے مولانا حق نواز کے مشن اور مؤقف سے وابستہ رکھنے کا سبب بنی۔ اور یہی محبت تھی جس کی وجہ سے شیخ حق نواز اپنا سب کچھ مولانا حق نواز کے قدموں پر نچھاور کرنے کا عزم لے کر دفتر سے نکلا۔

محلّہ میں یونٹ کا قیام...... باقاعدہ شمولیت

یوں تو دفاع صحابہؓ کانفرنس میں شرکت کے بعد ہی شیخ حق نواز نے سپاہ صحابہؓ کے جرأت مندانہ مؤقف اور مشن جسے وہ "اسلامی مشن" کہا کرتے تھے کے ساتھ مکمل اتفاق کرتے ہوئے عزم کیا تھا کہ وہ نوجوانوں کی اس منظم جماعت کے رکن بن کر خوب جدوجہد کریں گے لیکن ابھی باقاعدہ شمولیت نہ ہوئی تھی اس کا شیعوں سے جھگڑا ہوا- اسی بہانے اسے امیر عزیمت کی صحبت میں بیٹھنا نصیب ہوا- جس سے اس کے دل کی بدلتی دنیا میں ایک بھونچال سا آ گیا-

سپاہ صحابہؓ کے دفتر میں تین روز قیام کے بعد جب وہ خیال آیا تو اپنے ہی برادی کے چند بزرگوں اور نوجوانوں کے ساتھ مل کر یونٹ کے قیام کی کوشش شروع کر دی- بے لوث اور مخلصانہ محنت کا ثمرہ چند روز میں ہی ملا اور محلّہ خواجگان میں جو شیعوں کے محلّہ کے بالکل ساتھ تھا- سپاہ صحابہؓ کا یونٹ قائم کرنے میں کامیاب ہوا- اس کی دعوت پر ہر مسلمان خاص کر نوجوانوں نے لبیک کہا- دیکھتے ہی دیکھتے کئی اور نوجوانوں نے بھی شیخ حق نواز کے ساتھ مل کر جدوجہد کا عزم کیا- پھر رمضان کے مبارک مہینے میں یونٹ کا افتتاحی پروگرام ہوا جس میں سپاہ صحابہؓ بانی امیر عزیمت مولانا حق نواز شہیدؒ اس وقت کے صدر شیخ حاکم علی، شیخ اشتاق کے علاوہ مولانا سمیع اللہ جھنگوی نے بھی شرکت کی-

افتتاحی تقریب سے امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی نے خطاب کرتے ہوئے سپاہ صحابہؓ کے اغراض و مقاصد، قیام کے اسباب اور صحابہؓ دشمن گروہ کی اصلیت ان کی کتابوں کی روشنی میں بیان کی-لوگوں نے بڑے شوق و جذبے سے مولانا کا خطاب سنا اور ہر طرح سے ساتھ دینے کا عہد کیا- امیر عزیمت نے خمینی سمیت شیعہ مصنفین کی کئی کتابوں کشف اسرار، حق الیقین، حیات القلوب، حکومت اسلامیہ وغیرہ سے حوالے دکھائے اور فرمایا کہ چودہ سو سال سے جتنا نقصان یہودیوں اور عیسائیوں نے اسلام کو پہنچایا اس سے زیادہ اس صحابہؓ دشمن گروہ نے پہنچایا ہے-مولانا نے ایرانی انقلاب کے پس منظر، خمینی کے پاکستان کے بارے میں عزائم اور پاکستان میں ایران کے طرز پر انقلاب کے لئے تحریک "نفاذ فقہ جعفریہ" کے قیام پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ اس تنظیم کے قیام کے بعد مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے سپاہ صحابہؓ کے نام سے جماعت قائم کی گئی ہے جس میں ہر مسلمان کی شمولیت لازمی ہے-

CamScanner

مصائب کی ابتداء............پہلی گرفتاری

جھنگ کے شیعوں نے سپاہ صحابہؓ کو یوں پھلتے پھولتے دیکھا تو ان کو اپنے عزائم خاک میں ملتے نظر آئے۔"آل پاکستان دفاع صحابہؓ کانفرس" کی کامیابی، تمام مسلم مکاتیب فکر کے علماء کی طرف سے سپاہ صحابہؓ کے مشن کی تائید اور نوجوانوں کو اس کی طرف متوجہ ہوتے دیکھ کر کفر کے ایوانوں میں زلزلہ برپا ہوا۔ اور وہ ہمیشہ کی طرح اپنی مکارانہ اصلیت کے روپ میں سامنے آنے لگا اس نے بڑی گہری سازشیں کر کے اس مشن کا راستہ روکنا چاہا۔ جو بھی مولانا حق نواز جھنگوی کے قریب جاتا اس کو وہ نشانہ بناتے، جب انفرادی کوششیں کامیاب نہ ہوئیں تو اس نے پینترہ بدلا۔ اس لئے کہ جو بھی سپاہ صحابہؓ میں شمولیت اختیار کرتا امیر عزیمت فرمایا کرتے کہ خوب سمجھ کر یہ راستہ اپناؤ اس لئے کہ یہ راستہ پھولوں کی سیج نہیں کانٹوں بھرا راستہ ہے۔ اس راستے میں مصائب و آلام جھیلنا پڑیں گے۔ مشکلات برداشت کرنا پڑیں گے۔

یہی وجہ تھی کہ سپاہ صحابہؓ کا ہر نوجوان اپنی جگہ پر استقامت جرأت، بہادری اور عزیمت کا سفیر بنا۔ یہ 21 رمضان 1986ء کی بات ہے جب سپاہ صحابہؓ کے قیام کو تھوڑا عرصہ ہوا تھا۔ محلّہ خواجگان میں ابھی یونٹ قائم ہوئے کچھ دن ہی ہوئے تھے کہ شیعوں نے عزاداری کے نام پر محلّہ میں سرکاری اجازت سے مسلح جلوس نکالا مسجد پر حملہ ہوا اور علماء و اعتکاف میں بیٹھے اللہ کی عبادت میں

مصروف لوگوں کو مارا پیٹا گیا - نتیجتاً محلّہ کے مسلمان مسجد میں جمع ہوئے اور دوسری طرف سے اندھا دھند فائرنگ شروع ہوئی - رات بھر جنگ کا سماں رہا - اگلی صبح رات کو اپنی ہی فائرنگ سے مرنے والے صادق مصلی شیعہ کی ایف آئی آر مولانا حق نواز جھنگوی، شیخ حاکم سمیت دیگر رہنماؤں کے خلاف درج کروا دی گئی - شیخ حق نواز محلّہ خواجگان میں یونٹ قائم کرنے اصل محرک ہونے کی وجہ سے ویسے بھی شیعوں کی نظروں میں کئی روز سے کھٹک رہا تھا اس کا نام بھی قاتلوں میں شامل کردیا گیا -

پولیس جو پہلے ہی "حکم" کی منتظر تھی ایف آئی آر درج ہوتے ہی گرفتاریوں میں مصروف ہوگئی - مولانا حق نواز جھنگوی، شیخ حاکم علی، مقامی امام مسجد مولانا ظہور احمد سمیت شیخ حق نواز بھی گرفتار ہوا - شیخ حق نواز اگرچہ پہلی بار گرفتار ہوا تھا لیکن خوف، اور گھبراہٹ اس کے قریب سے بھی نہ گزری - وہ اس اسلامی مشن کے ساتھ وابستگی کے وقت ہی ہر طرح کے مصائب و آلام سہنے کے لئے ذہنی طور پر تیار تھا - اس کو معلوم تھا کہ جس کفر کے خلاف کمر بستہ لڑنے کے لئے میدان میں آرہا ہے وہ کفر بہت مضبوط ہے - اُسکے پیچھے ایک مضبوط سہارا ایران کا بھی ہے لیکن دنیادی سہاروں کو شیخ حق نواز خاطر میں نہیں لا رہا تھا وہ سمجھتا تھا کہ جس راہ پر وہ چل رہا ہے وہ نیکی کی راہ ہے اس نے سن رکھا تھا کہ اللہ ہمیشہ نیک لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے -

گرفتاری کے بعد مختلف تھانوں سے ہوتے ہوئے تمام قیدی ڈسٹرکٹ جیل فیصل آباد بھیج دیئے گئے - تھانہ، کچہری، تفتیش، افسروں سے ملاقاتیں، اور

تفتیش کے دوران ہوش ربا تشدد اس نے ہر جگہ انتہائی حوصلے کا مظاہرہ کیا-
اسے تو اپنی فکر نہ ہونے کے برابر تھی- وہ یہ دیکھ رہا تھا اس کا محبوب قائد اس کے
ساتھ ہے- ظلم برداشت کر رہا ہے تشدد سہہ رہا ہے مگر سوال پیدا نہیں ہوتا کہ اس
کے قدموں میں کوئی لغزش آ جائے- وہ پہاڑ کی طرح اپنے موقف پر ڈٹا ہوا
ہے- امیر عزیمت کے حوصلے اور صبر کو دیکھ کر دیگر ساتھیوں کی طرح شیخ حق نواز
کے حوصلے بھی بلند ہوئے-

اسے قید سے زیادہ اس بات کی خوشی تھی کہ دن رات امیر عزیمت کی
صحبت نصیب ہو رہی ہے- محبوب قائد کی صحبت نے تعلق کو مزید گہرائی بخشی- دن
رات مشن، موقف، حالات اور اسلامی موضوعات پر خوب خوب گفتگو ہوتی وہ
گھنٹوں امیر عزیمت کی گفتگو سنتا اور خوب مستفید ہوتا- امیر عزیمتؒ نے دوران
قید اپنے ساتھیوں کی تربیت پر بھی خوب توجہ دی یہی وجہ تھی کہ شیخ حق نواز کی
زندگی پر تین ماہ کی اس قید نے گہرے اثرات چھوڑے- جب وہ واپس آیا تو
بہت کچھ سیکھ چکا تھا- تنظیم کے کام سے متعلق، مشن کے متعلق اور دیگر اسلامی
موضوعات پر امیر عزیمت نے ان کی خوب تربیت فرمائی تھی-

CamScanner

سانحہ لیہ

جوں جوں امیر عزیمت کی تحریک بڑھتی جاتی اور سپاہ صحابہؓ کا مشن پھیلتا جاتا- حکومت مختلف حربوں کے ذریعے اس کو دبانے کی کوششیں بھی تیز تر کرتی جارہی تھی- جگہ جگہ امیر عزیمت کے جلسے ہوئے جن میں کھل کر عالم کفر کا پردہ چاک کرتے اور دشمنان اسلام کی ملک و اسلام دشمن پالیسیوں سے لوگوں کو آگاہ کرتے- ویسے تو دیکھتے ہی دیکھتے امیر عزیمت ملک کے نامور خطیب اور رہنما کی حیثیت سے مقبول ہوئے مگر ان کی تحریک کو سب سے زیادہ پذیرائی پنجاب میں ملی، جو سپاہ صحابہؓ کا اصل گڑھ سمجھا جاتا تھا- حکومت اور بیوروکریسی میں موجود شیعہ کے آلہ کاروں نے ہر جائز و ناجائز حربہ آزما کر سپاہ صحابہؓ کا راستہ روکنا چاہا، ان پر ناجائز اور بے بنیاد چھوٹے موٹے مقدمات تو اول روز سے بنتے مگر نوبت بایں جا رسید کہ 302 کا مقدمہ بھی قائم کر کے ہمیشہ کیلئے پس دیوار زنداں کرنے کی کوشش کی گئی مگر اللہ کے فضل سے عوام کے زبردست دباؤ کے سبب امیر عزیمت پر بنائے گئے مقدمات خود بخود دم توڑتے گئے-

19 جون 1987 کو لیہ میں سپاہ صحابہؓ نے کانفرنس رکھی- امیر عزیمت کانفرنس میں شرکت کیلئے سخت پابندیوں کے باوجود لیہ پہنچے اور حسب معمول اپنے اسلامی مشن پر زبردست تقریر کی تو لیہ کی انتظامیہ نے امیر عزیمت

کو گرفتار کر کے ملتان جیل بھیج دیا- جب یہ اطلاع جھنگ پہنچی تو جھنگ کے عوام میں زبردست اشتعال پھیلا- غازی شیخ حق نواز کو بھی سخت صدمہ ہوا- اس بے جا گرفتاری پر پہلے تو جھنگ میں سخت احتجاج ہوا' بعدازاں جھنگ سے کئی گاڑیوں پر مشتمل جلوس لیہ کی طرف روانہ ہوا- جلوس میں غازی شیخ حق نواز نے نوجوانوں کی بہت بڑی تعداد سمیت شرکت کی اور پورے راستے میں زبردست نعرے بازی ہوتی رہی- غازی شیخ حق نواز پرجوش کارکن تھا- اس احتجاج میں وہ پیش پیش رہا' لیہ میں احتجاج کے بعد واپسی پر شیعوں نے تحصیل چوبارہ کے قریب پولیس کی مدد سے قافلے پر فائرنگ کی جس سے کمسن ضیاء الرحمٰن ساجد سمیت تین نوجوان شہید اور کئی زخمی ہوئے- پولیس نے بہت سے کارکنوں کو گرفتار کر کے مظفر گڑھ جیل بھیجا-

اس واقع کے بعد امیر عزیمت کو محرم کی آمد سے قبل ہی انتظامیہ نے ایک امن معاہدے کے بعد رہا کر دیا- غازی شیخ حق نواز پر کمسن کارکن کی شہادت نے بہت اثر کیا مگر وہ بخوبی جانتا تھا کہ گرفتاریوں' شہادتوں اور مصائب و آلام سے بھرپور یہ مشن کبھی ختم نہیں ہوگا' اسلئے وہ دل و جاں کے ساتھ اس کے ساتھ چمٹا رہا- امیر عزیمت کی رہائی کے بعد ملہو آنہ موڑ پر جھنگ کے عوام کی کثیر تعداد نے زبردست استقبال کیا- غازی شیخ حق نواز نے اس موقع پر بھی نوجوانوں کے ہمراہ بھرپور کردار ادا کیا- امیر عزیمت کی عارضی جدائی ختم ہونے پر اس کو

بے حد خوشی ہوئی تھی' ایک بار پھر وہ امیر عزیمت کے ساتھ پہلے کی طرح مصروف کار رہا۔

ملازمت کے ساتھ ساتھ تنظیمی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا اس کا معمول بنا ہوا تھا۔ وہ چھٹی کے بعد دفتر جایا کرتا یا اپنے محلہ کی یونٹ میں کام کرتا' ان کے محلے کی نوتشکیل شدہ یونٹ چند ہی دنوں میں جھنگ کے مضبوط یونٹوں میں شمار ہونے لگی تھی۔ محلہ کے نوجوان' بچے' بوڑھے اور ہر عمر کے لوگ سپاہ صحابہؓ کے مشن اور مؤقف سے غازی شیخ حق نواز کی کوششوں اور کاوشوں کے سبب نہ صرف آگاہ ہو رہے تھے بلکہ سپاہ صحابہؓ کا بھرپور ساتھ دے رہے تھے' بڑھتے ہوئے مصائب اور آلام نے غازی شیخ حق نواز کے ایمان اور مشن سے محبت کو مزید پختہ کر دیا۔ اب اس کی سوچ وفکر جماعت کیلئے وقف تھی۔

توہین رسالتؐ کا شرمناک سلسلہ

یہ انہی دنوں کی بات ہے جب جھنگ کی سرزمین پر امیر عزیمت علامہ حق نواز شہید نے مظلوم سنیوں کے مذہبی اور سیاسی حقوق کے حصول کی خاطر جدوجہد کا آغاز کر رکھا تھا- ابتداء یہ جدوجہد جھنگ کے مخصوص شیعہ جاگیردارانہ ماحول میں صرف جھنگ کی حد تک ہی محدود تھی اس لئے اس کا نام انجمن سپاہ صحابہ تجویز کیا گیا تھا- غازی شیخ حق نواز اس تحریک کے ابتدائی جانثار کارکنوں میں شامل تھا- دیکھتے ہی دیکھتے علامہ حق نواز کی جدوجہد ان کے اخلاص، للٰہیت اور مشن کی حقانیت کے سبب ملک کے کونے کونے میں پھیلنے لگی- جھنگ کے مظلوم عوام کو جاگیرداروں کے خلاف ایک مضبوط اور پرعزم قیادت میسر آ چکی تھی جو استقامت، عزیمت، اور اخلاص وللٰہیت کے صفاتِ عالی سے متصف تھی- جھنگوی کی آواز میں بلا کی کشش، گفتگو میں استدلالی، شائستگی، اور مشن میں حقانیت تھی- جس نے لوگوں کو اپنی طرف کھینچ رکھا تھا- غازی شیخ حق نواز گرفتاری سے رہائی کے بعد سپاہ صحابہؓ کا گویا دیوانہ ہو گیا تھا- اسے اپنے ہمنام قائد کے ساتھ والہانہ محبت تھی یہی وجہ تھی کہ ان کے ہر پروگرام میں شرکت کی کوشش کرتا-

امیر عزیمت مولانا حق نواز شہید نے اصحاب رسولؐ کے دشمنوں کا پردہ

چاک کرنے، سنی عوام کو انکے حقوق دلانے اور ملک میں اسلام بطرز خلافت راشدہ نافذ کرنے کو اپنی زندگی کا اوڑھنا بچھونا بنا رکھا تھا- آپ اپنی تقاریر میں اہل تشیع کی مذہبی کتابوں بالخصوص ایران کی طرف سے آنے والے اس زہر آلود لٹریچر کا حوالہ دیا کرتے تھے جس میں اصحاب رسولؐ اور ازواج رسولؐ کو تنقید کا نشانہ بنا کر عوام الناس کی سادہ لوحی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسلام اور رسولؐ سے برگشتہ کرنے کی ناپاک سعی کی جاتی، چنانچہ امیر عزیمت نے ایران کے خمینی انقلاب کے بعد پاکستانی شیعوں کے اندر پیدا ہونے والی منافقانہ چالوں کو بخوبی سمجھ رکھا تھا- بالخصوص تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے نام سے الگ جماعت کے قیام کو امیر عزیمت سرزمین پاک پر خمینی انقلاب درآمد کرنے کی سازش کا حصہ سمجھتے تھے-

ایران کے شیعہ رہنما خمینی نے انقلاب ایران کے فوراً بعد اعلان کیا تھا کہ اس انقلاب کو پوری دنیا میں برآمد کیا جائے گا اس مقصد کے حصول کے لئے ایران کی حکومت نے سرکاری اخراجات پر پوری دنیا کے شیعوں کو منظم کرنا شروع کر رکھا تھا- پاکستان ایک بڑا اسلامی ملک اور ہمسایہ ہونے کی وجہ سے ہٹ لسٹ پر تھا- چنانچہ خمینی کی شہ پر یہاں ایک طرف تو تحریک نفاذ فقہ جعفریہ قائم ہوئی دوسری طرف ایران نے اپنے ثقافتی مراکز کے نام سے ایسے مضبوط اڈے قائم کئے جہاں مقامی لوگوں کے تعاون کے لئے ایرانی پیسوں سے خوب لٹریچر مہیا کیا جاتا نیز ان ثقافتی مراکز کو فروغ دینے کی بھرپور کوشش کی گئی-

ان ایرانی کلچر سینٹرز سے جنہیں "خانہ ہائے فرنگ ایران" کا نام دیا گیا

CS CamScanner

وقتاً فوقتاً خمینی اور دیگر مصنفین کی کتابوں کا اردو ترجمہ شائع کیا جاتا جس میں "حکومت اسلامیہ کشف اسرار" وغیرہ شامل ہیں۔امیر عزیمت مولانا حق نوازؒ اپنی تقاریر میں ان کتابوں کے اکثر حوالے دیا کرتے تھے۔جن میں صحابہ کرامؓ بالخصوص حضرات شیخینؓ کو ماں بہن تک کی گالیاں تحریر تھیں نیز ان جلیل القدر صحابہ کرام، خلفائے راشدینؓ کے بارے میں بڑی ڈھٹائی سے لکھا گیا ہے کہ نعوذ باللہ کافر اور زندیق تھے۔

امیر عزیمت حق نوازؒ نے وقت کے حکمرانوں کو اس کفر سے آگاہ کرنے اور فرقہ واریت کی اس گھناؤنی سازش کا سدباب کرنے کی طرف متوجہ کیا۔ عوام میں تقریروں کے ذریعے اس کفریہ لٹریچر اور ان عقائد کا پردہ چاک کیا۔ آپ کی سوچ یہ تھی کہ جب عوام اس گروہ کے کفریہ عقائد سے آگاہ ہوں گے تو وہ حکومت کو خود بخود اس بات پر مجبور کریں گے کہ اس گروہ کو جو ہمارے اسلامی معاشرے کے ماحول میں دراڑیں ڈالنے کی اور اس کو آلودہ کرنے کے لئے مصروف عمل ہے حکومت خود نکیل ڈالے گی۔دوسرا تقریروں کا مقصد یہ تھا کہ عوام کو متحد کر کے نظام خلافت راشدہ کی تحریک چلائی جائے اور چونکہ نظام خلافت راشدہ کا تعلق خلفائے راشدین اور صحابہ کرامؓ سے براہ راست ہے اس لیے اولاً عوام میں خلفائے راشدینؓ وصحابہ کرامؓ کا مقام وعظمت، اسلام کی روشنی میں واضح کیا جائے اس کے ساتھ ساتھ دشمنان صحابہؓ کے پھیلائے ہوئے پروپیگنڈے کا بھرپور جواب دیتے ہوئے صحابہ کرامؓ کا دفاع کیا جائے یہ موقف سو فیصد پرامن اور حالات کے عین مطابق درست مؤقف تھا۔جس کی خاطر انجمن سپاہ صحابہؓ پرامن جدوجہد کر رہی تھی۔

پرانے شکاری.........نیا جال

حرمت رسالت ﷺ پر حملہ کرنے والا خمینی پہلا شخص نہ تھا اسلام کی تاریخ حرمت رسالت کے دشمنوں سے بھری ہوئی ہے۔یہ سلسلہ شتم ابو جہل وابو لہب سے چلا تھا بر صغیر تک آپہنچا جہاں فرنگی دور حکومت میں ہندو، سکھ اور عیسائی بد بختوں نے ابو لہبی وراثت کا حق ادا کرتے ہوئے آقائے نامدار ﷺ کے خلاف دریدہ دہنی کیا۔انگریز نے (Devide and role) تقسیم کرو اور حکومت کرو کے اصول کے تحت کئی ایسے وظیفہ خور جنم دیئے جن کے غلیظ قلم نے حرمت رسالت ﷺ پر کیچڑ اچھالا۔ان کتابوں کی تحریر، تقسیم اور اشاعت کا ایک ہی مقصد تھا کہ مسلمانوں میں اشتعال پیدا کر کے ان کو ہندوؤں ،عیسائیوں اور سکھوں سے لڑایا جائے۔یوں طاقت بکھر کر ختم ہو جائے گی اور انگریز کے لئے حکومت کرنا آسان ہو گا۔

وقت اور زمانے کے ساتھ اہداف بھی بدل چکے تھے........مقاصد میں کچھ توسیع کر کے نئے انداز سے کفر حرمت رسول ﷺ پر حملہ آوار تھا........اب خمینی کی کتابوں کو اگر کوئی سادہ لوح مسلمان پڑھتا تو وہ اولاً تو اسے اسلامی ہیرو سمجھتے ہوئے پڑھتا.........جس سے گمراہی کے اندیشے اور زیادہ بڑھ گئے تھے ....خمینی اسلام کے نام سے حرمت رسالت ﷺ پر حملہ آور ہوا تھا پرانے شکاری نئے جال سے شکار میں مصروف تھا.......صادق گنجی نے اسلام کی عظیم خدمت کے طور پر اس ملعون کی تقاریر کو یکجا کر کے کتابی شکل میں شائع کیا تھا ....صورتحال بالکل بدل چکی تھی.........دشمنانِ رسول ﷺ نئے روپ اور

نئے ناموں سے سامنے آرہے تھے............ مگر مسلمان مصلحت کا شکار ہو کر خاموش تھے.......... بالکل خاموش جیسے یہ ناموس رسالت ﷺ کا مسئلہ ہی نہ ہو۔

شیعیت ابن سبا سے خمینی تک

تاریخ کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ شیعیت کی بنیاد یہودی النسل منافق عبداللہ بن سبا کے نظریات پر ہے جو یہودیوں کا ساختہ ایجنٹ تھا اس پسِ منظر سے بھی شاید بہت کم لوگ لاعلم ہوں کہ حضور اقدس ﷺ کے مدینہ منورہ آ کر مستحکم ہونے اور یہودیوں کو خیبر کے دوران شکست فاش دے کر صحرائے عرب سے دھکیل کر باہر بھیجنے کی وجہ سے یہودیوں نے اسلام کے خلاف اپنی مہم جوئی کا رخ بدلنے کے لئے ابن سبا کے اسلام لانے کا ڈھونگ رچایا۔ یہ شخص بظاہر مسلمان ہوا اور اپنے مشن پر کام کرنے لگا۔ یہودی جانتے تھے کہ ہم جنگ کے میدان میں لڑ کر ہرگز مسلمانوں کو شکست نہیں دے سکتے۔ اس لئے یہودیوں نے منافقت کی پرانی چال چلی اور عبداللہ بن سبا کو ''مسلمان'' کر کے اسے استعمال کیا۔

چنانچہ اسلام لانے کے بعد ابن سبا سوچے سمجھے منصوبے کے تحت مسلمانوں میں انتشار و افتراق کے ساتھ ساتھ غیر اسلامی نظریات کو اسلام کا روپ دے کر شائع کرنے لگا۔ اس کی تبلیغ انتہائی چالاکی سے مسلمانوں میں جاری تھی اس نے ''حُبِ اہل بیت'' اور حضرت علیؓ اصل میں پیغمبر اسلام ہیں حضرت جبرائیلؑ کو خطا ہوئی اس نے علیؓ کی بجائے محمد ﷺ پر وحی اتاری اور نبوت کا منصب عطا کیا حضرت علیؓ کی صفات بڑھا چڑھا کر ان کو الوہیت کے درجے تک پہنچا دیا گیا۔

یہ مسلمانوں کے افتراق، انتشار اور کسمپرسی پر بڑی دلسوز تقریریں کرتا بڑے دلنشین انداز میں قصے گھڑ گھڑ کر لوگوں کو سناتا۔ یہیں سے مسلمانوں میں ''حب اہل بیتؓ'' اور ''حب علیؓ'' کے نام سے تقسیم کی ابتدا کی گئی۔

حالانکہ آج کی طرح قرون اولی کے مسلمان بھی سیدنا حضرت علیؓ اور حضرات خلفائے راشدینؓ کی عزت کرتے اور ان کی عظمت ومقام کے معترف تھے لیکن ان حضرات اکابر کے نام پر افتراق کے بیج بونے کے ساتھ ساتھ ان منافقین نے خلفائے ثلاثہؓ کو حضرت علیؓ کی خلافت جو ان کے بقول ان کا حق تھا کے غاصب کے طور پر پیش کیا اور کہا کہ چونکہ خلفائے ثلاثہؓ نعوذباللہ علیؓ کے مخالفین اور قرآن کے محرف بھی اس لئے لعنت کے مستحق ہیں۔ ابن سبا کے نظریات اس وقت بہت زور پکڑ گئے جب ایران فتح ہوا۔ اور انہیں سلطنت کی وسعت کی وجہ سے کھل کر کھیلنے کا موقع ملا۔ حضرت عثمان غنیؓ کی مظلومانہ شہادت کے بعد ان کے اس مؤقف اور نظریئے کی خوب ترویج ہوئی لوگ جوق درجوق اس گروہ جو اپنے آپ کو مومن کہتا تھا۔ میں شامل ہونے لگے۔ یوں شیعہ مذہب وجود میں آیا اور پھیل گیا۔

تاریخ اسلام کے ہر دور میں شیعوں کا کوئی نہ کوئی معروف لیڈر گزرا ہے۔ ان میں کئی اپنے ''شاندار کارناموں'' کی وجہ سے ابھی تک مشہور ہیں مثلاً ابن علقمی، نصیر الدین طوسی وغیرہ جو اسلام سلطنتوں کے خاتمے کے سبب بنے۔ ان لیڈروں میں کئی ایک کو تو شیعوں کے مجتہد ہونے کا شرف حاصل ہے تو کئی ایک تقیہ کی چادر میں ڈر اور خوف کی کیفیت میں عمر بھر اپنا اصل چہرہ چھپاتے

رہے۔ عقیدہ امامت شیعیت کا بنیادی عقیدہ ہے جس کی بنیاد پر امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے شیعہ کو ختم نبوت علیہ ﷺ کے منکر قرار دے کر کافر قرار دیا تھا۔ شروع میں ''خود ساختہ '' ائمہ کا سلسلہ چلتا رہا...... پھر گیارھویں کے بعد بارہواں ''امام '' نایاب ہوا.......... جس کی وجہ سے شیعہ کو ''مہدی'' موعود کا عقیدہ گھڑنا پڑا.......... جب سے مہدی موعود کے انتظار کا سلسلہ شروع ہوا.......... قوم کو بتلایا جانے لگا کہ امام ظلم و تشدد کی وجہ سے غار میں غائب ہو گیا ہے وہ ''وقت آنے '' پر ظاہر ہو گا اور شیعہ ملت کو ظلم و ستم سے نجات دلائے گا۔ انتظار........ انتظار اور پھر انتظار میں بہت عرصہ بیت گیا مگر وہ ''امام غائب '' ظاہر نہ ہو سکا۔

مسلسل غیبت سے تنگ آ کر شیعہ کے موجودہ دور کے 'امام خمینی'' مُلّا نے نائب امام کا نظریہ پیش کیا۔ اور سب سے پہلے خود اس منصب پر براجمان ہوا۔ چنانچہ اس دور کا شیعہ لیڈر خمینی ہے اور یہی ان کا ولی فقیہہ نائب امام ہے۔ ایران کے صفوی حکمران چونکہ عقید تاً شیعہ تھے اس لئے ایران میں شاہی طرز حکومت ہونے کے باوجود شیعیت خوب پھیلی ہوئی تھی۔ خمینی نے نائب امام بن کر پہلے ایرانی سنیوں کو ''لا شیعہ والا سنیہ '' کا دلفریب نعرہ لگا کر اپنے ساتھ ملایا اور ان کے بھرپور تعاون سے ''شاہ '' کا تختہ الٹا اور ایران میں شیعہ انقلاب برپا کیا۔

شیعہ مذہب کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ ہمارے دین کا نوے فیصد حصہ تقیہ اور جھوٹ پر مبنی ہے اس ضمن میں امام جعفر صادق سے منسوب یہ قول بھی کتابوں میں منقول ہے کہ جس زمانے میں بھی شیعہ نے تقیہ نظر انداز کیا

رسوا ہوئے۔ شاید خمینی ایرانی حکومت کے حصول کے غرور میں آ کر یہ قول بھول گیا ہو۔ کہ اس نے برسر اقتدار آتے ہی اپنے مذہب کی نہ صرف تبلیغ واشاعت شروع کر دی بلکہ دنیا بھر میں شیعہ انقلاب کو برآمد کرنے کے لئے جدوجہد کا اعلان کیا اس انقلاب کی راہ ہموار کرنے کے لئے دنیا بھر میں شیعہ مذہب کی کتابیں، اپنا تحریر شدہ لٹریچر جس میں شرانگیز طریقہ سے اسلام، قرآن، رسول خدا ﷺ اور صحابہ کرامؓ پر تنقید کی گئی تھی پھیلانا شروع کیا۔

اس مقصد کے لئے وطن عزیز میں بھی خانہ فرہنگ ایران کے نام سے ایرانی ثقافتی مراکز قائم کئے گئے۔ جو بڑے اہتمام کے ساتھ ایرانی لٹریچر، اسلحہ اور رقم کے علاوہ ایرانی تہذیب وثقافت کے فروغ میں مصروف ہیں یہ لٹریچر جب اسلامیان پاکستان کے سامنے آیا تو خمینی ہی نہیں بلکہ شیعہ کی اصلیت کھل کر سامنے آ گئی۔ صدیوں کے تعلقات مٹ گئے، فاصلے بڑھنے لگے اور نوبت بہ ایں جارسید کہ ایک طرف پاکستانی شیعوں نے کل پُر پرزے نکالنے شروع کئے تو دوسری طرف رد عمل کے طور پر سپاہ صحابہؓ کا قیام عمل میں آیا۔ اسی لٹریچر کے ذریعے دنیا پر یہ حقیقت کھلی کہ شیعہ صرف صحابہ کرامؓ کا ہی نہیں بلکہ خود آقائے نامدار ﷺ کا بھی گستاخ ہے اولاً اس لئے کہ وہ اپنے بارہ ائمہ کو انبیاء پر ترجیح دیتا ہے، انہیں فوق الفطرت شخصیات کے طور پر پیش کرتا ہے اور تحلیل وتحریم کا مختار تصور کرتا ہے۔ جبکہ ثانیاً اپنے لٹریچر میں کھل کر ناموسِ رسالت ﷺ پر حملہ آور ہوا ہے۔

صادق گنجی وقت کا راجپال

اسی دوران ایران کے شیعہ رہنما خمینی نے انتہائی جرأت اور ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اتحاد و یکجہتی کے پرکشش نام پر اپنی ایک تقریر میں حضور اقدس خاتم الانبیاء حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان میں گستاخی کر ڈالی۔ ان کے اس خطبے کو پوری دنیا کی طرح پاکستان میں بھی ایرانی کلچر سنٹر نے اردو میں ترجمہ کر کے شائع کیا۔ پاکستان میں یہ قبیح حرکت جس بدبخت کے حصے میں آئی وہ خانہ فرہنگ ایران ملتان کے ڈائریکٹر جنرل آقائے صادق گنجی تھے۔ اس کتاب میں بالکل اسی انداز میں شان اقدس میں ہرزہ سرائی کی گئی تھی جس انداز میں راجپال اور رشدی کی کتابوں میں کی گئی ہے۔ گویا صادق گنجی وقت کا راجپال تھا۔

فرق صرف یہ ہے کہ وہ کھلے عام کفر کے عنوان سے معروف ہیں۔ جبکہ یہ اسلام اور اسلامی انقلاب کی آڑ میں یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔ ان کے پیچھے امریکہ، بھارت اور برطانیہ، یعنی ہنود عیسائی اور یہودی لابی جو مکمل پشت پناہی کر رہی تھی تو ان کے پیچھے ایک نام نہاد اسلامی انقلابی مملکت تھی۔ یہی وجہ تھی کہ بہت سے لوگوں نے کتاب پڑھنے اور دیکھنے کے باوجود احتجاج صرف اس لئے کرنا گوارا نہ کیا کہ اس سے ایران کے ناراض ہونے کا خدشہ تھا۔ لیکن امیر عزیمت جو صبر و وفا اور استقامت و عزیمت کے پہاڑ بن کر تمام تر مصائب کے باوجود............ فرقہ پرست............ بدامن............ اور ملک دشمن کے "طعنے" سنتے ہوئے بھی حق بیان کرنے پر تلے ہوئے تھے کیسے برداشت کر سکتے تھے کہ ان کے ملک میں ان کے ہوتے ہوئے آقائے نامدار کی شان میں گستاخی کی جائے .... وہ تو اصحاب رسولؐ کے شیدائی تھے............ صحابہ کرامؓ کی عظمت و تقدیس کی خاطر دنیا کا ہر ظلم ناروا ہنس کر سہنے والے بھلا کیسے شان رسالت مآب ﷺ میں گستاخی برداشت کر سکتا تھے۔

گستاخ رسولؐ کی شرعی سزا

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم سے شرار بولہبی

مکہ کے مشرکانہ ماحول میں جہاں ہر طرف شرک کا راج تھا، حضور اقدسؐ نے توحید کی شمع روشن کی اور دیکھتے ہی دیکھتے اس شمع کے گرد پروانے دیوانہ وار جمع ہونے لگے کفر کے ستون گرنے لگے اور عمارت کفر کی مضبوط دیواریں مسمار ہونے لگیں تو کفر تلملایا، گرجا، برسا اور شمع رسالت اور اس کے پروانوں پر بھوکے کتوں کی طرح جھپٹ پڑا۔ ایک طرف صحابہ کرامؓ پر مظالم کے پہاڑ توڑ دیئے گئے تو دوسری طرف خود آنحضورؐ کو گزند پہنچانے ایذائیں دینے اور راہ سے ہٹانے کی کوششیں روز بروز زور پکڑتی چلی گئیں۔ جہاں سعید روحیں آپؐ کے پیغام توحید پر لبیک کہنے میں مصروف تھیں وہاں چند بدبخت اس چراغ ہدایت کو بجھانے کے درپے تھے۔ جہاں ایک طرف اصحاب رسولؐ کے دلوں میں آقائے نامدار کی محبت کی موجیں ٹھاٹھیں مارتے سمندر کی مانند اُٹھتی اور اُٹھتی چلی جاتی تھیں وہاں چند دریدہ ذہن آپ کی ذات پر حملوں اور آپؐ کی توہین میں مصروف تھے۔ یہ قرآن کا اٹل فیصلہ تھا اللہ تعالیٰ ان کو محبوب رکھتا ہے جو آپ کو محبوب رکھتے ہیں۔ چنانچہ اس آفاقی قانون کے نتیجے میں اہل حق اور آپؐ کی جماعت کامیاب و کامران اور فاتح بن کر ابھری اور دشمنان اسلام

مغلوب اور ذلیل وخوار ہوتے نظر آئے۔

مشرکین مکہ میں سے ان لوگوں کا عبرت ناک انجام تاریخ سے واقفیت رکھنی والے کسی فرد کی نگاہ سے پوشیدہ نہیں جنہوں نے آقا نامدار ؐ کی شان میں گستاخی کی یا آپ کو ایذائیں پہنچانے میں پیش پیش رہے۔ ابوجہل، ابولہب اور ولید بن مغیرہ سے لے کر مسیلمہ کذاب تک ہر ایک کا انجام انتہائی عبرتناک ہوا۔ ان میں اکثر بد بخت مختلف جنگوں میں یا پھر خدائی عذاب کا شکار ہو کر انجام کو پہنچے جب کہ ایک کثیر تعداد ان بدبختوں کی بھی ہے جنہیں آپ ؐ کی شان میں گستاخی کے سبب صحابہ کرامؓ کے ہاتھوں اُسی وقت انجام بد سے دوچار ہونا پڑا۔

حضور ؐ کی تربیت یافتہ اور آپ ؐ کی محبت میں سرتاپا غرق عظیم ہستیاں یہ کیسے برداشت کر سکتی تھیں کہ ان کے سامنے آپ ؐ کی شان میں گستاخی ہو اور وہ خاموش بیٹھے رہیں۔ چنانچہ اسلام کے ابتدائی دور میں ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے کسی بد بخت کو پیغمبر اسلام ؐ کی توہین و گستاخی کرتے سنا اور اُسی وقت جہنم رسید کر دیا۔ انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ اس سلسلہ میں حضورؐ سے ہی اجازت طلب کریں یا پھر عدالت کا رُخ کریں .... جی ہاں ایک مسلمان کا حضورؐ سے جو رشتہ ہے وہ رشتہ دنیا کے ہر رشتے سے اعلیٰ اور پختہ رشتہ ہے۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ عشق رسولؐ میں کچھ یوں ڈوبے کہ آپ ؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا "اے اللہ کے رسولؐ مجھے میری جان کے علاوہ مال و دولت اور دنیا کی ہر شے سے بڑھ کر آپؐ سے محبت ہے" عشق و عبودیت میں ڈوبے ہوئے یہ بھاری الفاظ اس شخص کے تھے جس کی زندگی اسلام کی خدمت اور آقائے نامدار ؐ کی

محبت میں فنا تھی .... کتنے جاندار تھے اس شخص کے الفاظ جس کی عملی زندگی کا اتھاہ جذب وجنون الفاظ سے آگے ہی آگے ہو............ "نہیں عمرؓ" سرکار دو عالمؐ نے فرمایا "ایمان تو جبھی مکمل ہوگا جب کہ میں تمہیں اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز محسوس ہونے لگوں" آقائے نامدارؐ کے ان الفاظ نے عمرؓ کے سینے میں عشق رسولؐ کے جذبات سیل بیکراں میں تبدیل کر ڈالے، منزل کے تکمیل تک پہنچنے کی آرزو میں ایک قدم اور آگے بڑھا اور تکمیل کی آخری حدوں کو چھوتے ہوئے عرض کیا "اے اللہ کے رسولؐ اب آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں" صرف عمرؓ نہیں دربار نبویؐ کا ہر صحبت یافتہ آپؐ کی محبت میں اسی قدر گرفتار تھا کہ دنیا کی ہر شے سے زیادہ آپؐ سے محبت کرتا۔ یہی وجہ تھی کہ جنگوں کے موقع پر باپ بیٹے کو صرف اسی لئے قتل کرتا نظر آیا کہ وہ حضورؐ کے خلاف تلوار اٹھا کر میدان میں آیا۔

اللہ کے رسولؐ سے والہانہ عشق ومحبت صرف دور نبویؐ تک محدود نہ تھی بلکہ تاریخ گواہ ہے کہ ہر دور میں مسلمانوں نے عشق ومحبت کے معاملے میں آقائے نامدار کو دنیا کی ہر شئے سے مقدم جانا۔ جس ہستی سے اتنی محبت ہو کہ جان سے بھی عزیز تر سمجھا جائے اس کی شان میں گستاخی یا اس کی توہین برداشت کرنا کسی مسلمان کے بس کی بات نہیں۔ باعث تخلیق کائناتؐ کے گستاخ سے دنیا کو پاک کر دینا آقائے نامدار کا ہر غلام اپنا اولین فریضہ سمجھتا ہے۔

گستاخ رسولؐ کی شرعی سزا سے متعلق قرآن وسنت کی روشنی میں آئمہ کرام کا اتفاق ہے کہ گستاخ رسولؐ واجب القتل ہے۔ یہاں تک کہ اسے نہ توبہ کی مہلت دی جائے گی اور نہ توبہ قبول کی جائے گی۔ پاکستان میں اس سزا سے متعلق سپریم کورٹ اور قومی اسمبلی و سینٹ میں طویل بحث کے بعد بالآخر پاکستان کے قانون میں بھی یہ شرعی سزا مقرر کر دی گئی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس قانون کی منظوری کے لئے جس انداز میں جدوجہد کی گئی اس تندہی سے اس کے نفاذ اور اس پر عمل درآمد کی کوئی مثال مشکل سے ملتی ہے۔ سابق ادوار حکومت میں کئی شاتمین رسولؐ کو نہ صرف تحفظ دیا گیا بلکہ کئی ایک کو سرکاری پروٹوکول کے ساتھ ملک بدر کیا گیا۔

پاکستان کے معروف قانون دان محمد اسماعیل قریشی سینئر ایڈوکیٹ سپریم کورٹ نے اس مسئلہ پر تمام مکاتیب فکر کے علماء کی آراء پر مشتمل ایک ضخیم کتاب "توہین رسالتؐ کی شرعی سزا" تصنیف کی ہے جس میں موجودہ دور کے علماء کے علاوہ ائمہ کرام کے اقوال بھی نقل کئے گئے ہیں ہم یہاں صرف چند حوالے نقل کر کے یہ بات ثابت کرنا چاہیں گے کہ توہین رسالتؐ کی سزا صرف اور صرف قتل ہے اور ائمہ اسلام کا اس میں کوئی اختلاف نہیں۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمہؒ تعارف کے محتاج نہیں اپنی کتاب "الصارم المسلول علی شاتم الرسولؐ" میں لکھتے ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس میں زبان درازی کرنے والا اگرچہ مسلمان ہو، کافر ہو، بغیر کسی اختلاف کے قتل کیا جائے۔ یہی ائمہ اربعہ وغیرہم کا متفقہ مذہب ہے"

حضرت علی کرم وجہہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی عورت حضور نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرتی تھی اور آپ ﷺ کو گالی دیا کرتی تھی ایک صحابیؓ نے اس کا گلا گھونٹ دیا یہاں تک کہ وہ مرگئی۔ حضور ﷺ نے اس کے خون کو رائیگاں فرمایا۔ اور قاتل کو کوئی سزا نہ دی"۔

امام احمد بن حنبلؒ کا قول ہے کہ میں نے ابو عبداللہ کو یہ کہتے سنا کہ جس نے رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس میں زبان درازی کی یا تنقیص کا مرتکب ہوا مسلمان ہو یا کافر اس کا قتل کرنا ضروری اور واجب ہوگا" آخر میں ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں کہ اعتقاد یہ ہے کہ ایسے شخص کو قتل کیا جائے گا اور اس کی توبہ تک قبول نہ کی جائے گی۔

شاتم رسولؐ سے متعلق مشہور فقیہ اور امام ابوالفضل قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں "جو شخص حضور کو گالی دے (العیاذ باللہ) یا آپؐ پر عیب لگائے، کسی نقص کی نسبت آپؐ کی طرف کرے" آپ کو بطریق گستاخی کسی چیز سے تشبیہ دے۔ یا آپ کو تشبیہ دے یا آپؐ کی شان کو کم کرے یا کہے، آپؐ پر یا آپؐ کی کسی بات پر عیب لگائے تو وہ شاتم النبیؐ (حضور کو گالی دینے والا) ہے اس کے بارے میں بھی وہی حکم ہے جو صراحتاً گالی دینے والے کا ہے کہ اسے قتل کیا جائے گا۔"

حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اپنی مشہور زمانہ تصنیف " اشہاب الثاقب" صفحہ 50 پر لطائف رشیدیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ "جو الفاظ موہم تحقیر سرور کائنات ہوں اگرچہ کہنے والے نے نیت حقارت کی نہ کی ہو۔ مگر ان سے بھی کافر ہو جائے گا ایسے موذی شخص کو قتل کیا جائے گا۔ حضرت مولانا

مرتضٰی حسین دیوبندیؒ اپنی کتاب "اشد العذاب "10-9 پر لکھتے ہیں کہ انبیاءؑ کی تعظیم کرنی اور توہین نہ کرنا ضروریات دین سے ہے۔ضروریات دین کا منکر، انبیاءؑ کی توہین کرنے والا کافر ہوتا ہے.......... آسمان ٹلے، زمین ٹلے یہ حکم نہیں ٹل سکتا"۔

تفسیر مظہری میں سورۃ النساء، آیت 60 کے ذیل میں یہ مشہور واقعہ درج ہے "بشر نامی منافق کا ایک یہودی سے جھگڑا تھا۔ یہودی نے کہا کہ چلو حضورؐ کے پاس فیصلہ کرانے منافق نے خیال کیا کہ حضورؐ تو بے رعایت محض حق فیصلہ دیں گے اور اس کا مطلب حاصل نہ ہو سکے گا۔ اس لئے اس نے باوجود بظاہر مدعی ایمان ہونے کے کعب بن اشرف یہودی کے پاس جانے پر اصرار کیا جبکہ یہودی کو کعب بن اشرف کی رشوت خوری کا علم تھا اس لئے اس نے باوجود ہم مذہب ہونے کے کعب بن اشرف کے پاس جانے سے انکار کیا۔ منافق کو ناچار فیصلہ کے لئے حضورؐ کے پاس آنا پڑا۔ حضورؐ نے فیصلہ حق کے مطابق کیا اور یہودی کو اس کا حق عطا کرنے کا حکم دیا۔ فیصلہ یہودی کے موافق ہوا یہاں سے فیصلہ سنتے ہی منافق نے یہودی کو مجبور کیا کہ وہ حضرت عمرؓ کے پاس فیصلہ کرانے کے لئے جائے اور حضرت عمرؓ کے پاس یہودی کو لے آیا۔ یہودی نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا کہ میرا اس کا معاملہ حضورؐ طے فرما چکے ہیں لیکن یہ حضورؐ کے فیصلے پر راضی نہیں۔ آپ سے فیصلہ چاہتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں میں ابھی فیصلہ کرتا ہوں اور گھر سے تلوار اٹھا کر لائے بشر کا سر قلم کیا اور فرمایا جو اللہ اور اس کے رسولؐ کے فیصلے پر راضی نہ ہو اس کے لئے میرے

پاس یہی فیصلہ ہے "تقریباً تمام مفسرین نے اس آیت کی شان نزول میں یہی واقع درج کیا ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کے نزدیک آنحضورؐ کی شان میں گستاخی آپؐ کے فیصلے کو نہ ماننا، آپؐ کے مقابلے میں کسی اور کو ترجیح دینا موجب قتل تھا۔

تاریخ کی کتابوں میں عہد نبویؐ میں قتل ہونے والے شاتمین رسولؐ کے واقعات تفصیل سے تحریر کیے ہیں "مدارج النبوۃ" میں 17 شاتمین رسولؐ کے نام اور قتل کے واقعات مذکور ہیں۔ ان واقعات، قرآنی تصریحات اور حضور نبی کریم ﷺ کے فرامین ہی کی روشنی میں ائمہ کرام نے شاتم رسولؐ کی سزا قتل تجویز کی ہے۔

علامہ ابن عابدین شامیؒ کا فتویٰ

والکافر بسب النبی من الانبیاء فانه یقتل حداً ولا تقبل توبته مطلقاً ولو سب اللّٰہ قبلت لانه حق اللّٰہ والاول حق عبد یزول باالتوبة ومن شدّ فی عذابه و کفره کفر (بحوالہ فتاویٰ شامی جلد 3 صفحہ 317)

ترجمہ: "اور کافر جو انبیاء میں سے کسی نبی پر سب وشتم کرے تو حد قتل میں اس کو قتل کیا جائے اور اس کی توبہ بھی قبول نہ کی جائے گی۔ اگر اللہ تعالیٰ پر سب و شتم کرے تو (توبہ) قبول کی جائے گی کیونکہ یہ اللہ کا حق ہے جبکہ پہلا (نبی پر سب) بندوں کا حق ہے جو توبہ سے معاف نہیں ہوسکتا اور جو اس کے عذاب اور کفر میں شک کرے وہ کافر ہے۔"

CS CamScanner

قارئین کرام اندازہ لگائیں کہ انبیاءؑ پر سب وشتم کرنا کتنا بڑا جرم ہے کہ اس کی توبہ بھی قبول نہیں جب کہ اس کی سزا قتل ہے، اس پر فتح القدیر کے حوالہ سے صاحب بحرالرائق نے مزید تصریح کے ساتھ یہ فتویٰ نقل کیا ہے۔

علامہ شوکانیؒ کا فتویٰ

قال فی فتح القدیر کل من اُبغض رسول اللّٰہ بقلبہ کان مرتداً فالساب بطریق اولیٰ ثم یقتل حداً عندانا فلا تقبل توبتہ فی اسقاطہ القتل (بحوالہ بحرالرائق جلد 5 صفحہ نمبر 126)

ترجمہ: "فتح القدیر میں علامہ شوکانیؒ فرماتے ہیں جو بھی رسولؐ سے دلی بغض رکھے گا مرتد ہوگا پس (نبی پاکؐ پر) سب وشتم کرنے والا بطریق اولیٰ (مرتد ہوگا) اس کی سزا یہ ہے کہ اس کو قتل کیا جائے گا اور اس کی توبہ بھی اسے قتل کی حد جاری ہونے سے نہ بچا سکے گی"

ائمہ کرام، فقہا عظام اور مفسرین کی ان واضح تصریحات کی روشنی میں یہ فیصلہ کرنا مشکل نہیں کہ تمام انبیاءؑ حتی کہ حضرت خاتم الانبیاءؐ کو بھی ناکام رسول قرار دینا، آپ ﷺ کی ذات اقدس اور نبوت پر کھلے عام حملے کے مترادف ہے اس طرح کا فعل یا تو وہی شخص کر سکتا ہے جو آپ سے دلی بغض رکھتا ہو یا پھر آپؐ کے مقابلے میں کسی اور شخص کو ترجیح دینے کا عقیدہ رکھتا ہو دونوں صورتوں میں ارتداد کے اندھے کنویں میں گرنا مقدر ہے اور بغض نبی یا سب نبی کے سبب مرتد ہونے والے کی شرعی سزا قتل ہی ہو سکتی ہے۔

CamScanner

امیر عزیمت کا سخت احتجاج......غازی حق نواز کا ردِ عمل

چنانچہ کتاب کے سامنے آتے ہی سب سے پہلے امیر عزیمتؒ نے اس پر صدائے احتجاج بلند کی یہ تقریر شیخ حق نواز نے جب سنی تو اس کے دل میں دشمن رسول کو جہنم رسید کرنے کا جذبہ بھڑک اٹھا......... تقریر سادہ مگر اس قدر پر اثر تھی کہ شیخ حق نواز کے دل میں بات اتری اور ذہن و خیال پر چھا گئی.......... اس کے تیور بدل گئے.......... اس نے گستاخ رسول کو انجام تک پہنچانے کی خواہش کا اظہار امیر عزیمت سے کیا انہوں نے سختی سے منع کیا اور کہا کہ ہماری جدو جہد دہشت گردی اور قتل و غارت پر مبنی نہیں اس لئے اس طرح کے اقدام سے ہمارے دشمن کے عزائم کامیاب ہونگے اور ہم دہشت گرد کہلا کر ہمیشہ کے لئے اچھوت بنا دیئے جائیں گے لہذا ایسا قدم ہرگز نہ اٹھائیں......... شیخ حق نواز کا سوال تھا کہ کیا وقت کا یہ راجپال واجب القتل نہیں؟.......... حضرت امیر عزیمت نے سمجھایا.......... کہ باطل کے خلاف سب سے پہلے جہاد بالقلم اور جہاد باللسان واجب ہے، ہم وہ کر رہے ہے.......... تیسرا راستہ جہاد بالسیف ہے اس کا وقت ابھی آیا نہیں۔

غازی حق نواز پڑھا لکھا تھا.......... نہ عالم فاضل تھا.......... وہ سپاہ صحابہؓ کا ایک سرگرم رکن تھا جو جہاد باللسان اور جہاد بالقلم کا فریضہ بخوبی انجام دے رہی تھی.......... پھر امیر عزیمت سے اسے والہانہ محبت تھی.......... گہری عقیدت تھی.......... یہی عقیدت نے اسے اپنا فیصلہ بدلنے پر مجبور کیا

.... اسے یقین تھا کہ امیر عزیمت کی جدوجہد کے نتیجے میں ملک میں ایسا قانون بنا دیا جائے گا جو وقت کے ان راجپالوں کو انجام کار تک پہنچانے کے لئے کافی ہوگا .... اسے سپاہ صحابہؓ کی بڑھتی ہوئی عوامی مقبولیت .... حق اور سچ پر مبنی دوٹوک مؤقف اور قیادت کے اخلاص کے سبب یقین یہی تھا کہ ایک نہ ایک دن ضرور آئے گا کہ جب یہ مٹھی بھر گروہ قانونی اور آہنی طور پر کافر قرار دلایا جائے گا .... پھر وقت کے یہ راجپال قانون کے شکنجے سے بچ نہ سکیں گے ....

یہ امیر عزیمت کی امن پسندی تھی کہ انہوں نے عوام کے جذبات کو کنٹرول کیا اور انہیں اس طرح امن کی تلقین کرتے رہے .... ورنہ ایک نہیں کئی حق نواز تھے جو وقت کے ان شرانگیزوں کے خلاف انتقام کی جذبات رکھتے تھے .... اپنی ہر تقریر میں وہ زور دیکر اپنی جدوجہد کو قتل و غارت گری سے بالاتر قرار دیتے، قتل و غارت گری کی مذمت کرتے اور کارکنوں کو جذبات قابو میں رکھنے پر مجبور کرتے .... مگر اس امن پسندی کا صلہ انہیں کیا ملا ؟ جلد ہی انہیں اس امن پسندی کی سزا دی گئی اور امن کا خوگر امن دشمنوں کے ہاتھوں دہشت گردی کا شکار رہوا۔

CS CamScanner

سپاہ صحابہؓ کی بڑھتی ہوئی مقبولیت ...... ایران کا ردعمل

سپاہ صحابہؓ کی روز افزوں بڑھتی ہوئی مقبولیت اور عوام کی طرف سے بھر پور تائید نے ایرانی حکومت کی نیندیں حرام کر رکھی تھیں۔ ان کے ایوانوں میں امیر عزیمت کی تقریروں، کامیاب عوامی جلسوں اور پھر سپاہ صحابہؓ کی شکل میں منظم جدوجہد نے زلزلہ برپا کر دیا .... ایران کو اپنے مذموم مقاصد جن کی خاطر لاکھوں اور کروڑوں ڈالر خرچ کرنے سے بھی گریز نہیں کر سکتا تھا ناکام ہوتے نظر آئے .... حکمرانوں کو مختلف چالوں کے ذریعے زیر دام کرنا بھی کوئی کام نہ آیا۔ پاکستان کی بیوروکریسی اور سیاسی رہنماؤں اور مذہبی زعما کی شکل میں موجود ایران کے مضبوط سہارے بھی اس زبردست تحریک کے سامنے بے بس نظر آئے۔ بیوروکریسی حرکت میں آئی .... علامہ حق نواز اور ان کے ساتھیوں کو فرقہ پرست، ملک دشمن، اور دہشت گرد قرار دیا جانے لگا .... مقدمات بنے .... گرفتاریاں ہوئیں .... اور انتہائی بے دردی سے دل کھول کر تشدد کا ہتھیار استعمال ہوا۔ امیر عزیمت کے پائے استقلال میں ایک لحظہ کے لئے جنبش نہ آئی .... بلکہ تشدد رکاوٹیں، مصائب آلام ایک طرح سے اضافہ ہوا۔ 1988ء میں جنرل محمد ضیاء الحق کی آمرانہ حکومت کا ان کی شہادت کے سانحے کے بعد اختتام ہوا تو الیکشن ہوئے۔

مولانا حق نواز شہید نے الیکشن میں حصہ لینے کا اعلان کیا۔ یہ اعلان جھنگ کے جاگیردرانہ ماحول میں کھلبلی مچانے کا سبب بنا .... صدیوں کے

خاندانی حریف حلیف بن کر سامنے آئے .... حکومتی مشنری حرکت میں آئی
.... روپیہ پیسہ کے بل بوتے پر عوامی نمائندگی حاصل کرنے والوں نے دل
کھول کر رقم تقسیم کی .... مگر مظلوم عوام جاگیرداروں کے خلاف اٹھنے
والے "ملا" کو اپنا نجات دہندہ اور مسیحا سمجھتے تھے .... ان کے دلوں میں
امیر عزیمت کے ساتھ والہانہ عقیدت و محبت تھی .... اور کیوں نہ ہوتی یہ
پہلا موقع تھا کہ کسی عام طبقے سے تعلق رکھنے والے نے جاگیرداروں سے ٹکر لی
تھی .... یہ پہلی دفعہ دیکھا گیا کہ کسی نے اہلسنت کے تمام طبقات کو متحد
کر کے فرقہ واریت کی دھجیاں بکھیر دی تھیں .... کہنے کو تو امیر عزیمت کا
تعلق دیوبندی مسلک سے تھا لیکن وہ برملا کہتے کہ دیوبندی اور بریلوی کی تقسیم کا
یہ وقت نہیں .... آقائے نامدارؐ کے صحابہؓ، ازواج مطہراتؓ اور پھر خود
آقائے نامدارؐ پر طعن و تشنیع کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے جو ہر مسلمان کے لئے
ناقابل برداشت ہے .... وہ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ تقیہ اور عدم تقیہ کے
موضوع پر منقسم ہونے اور پھر اس بنیاد پر لڑنے جھگڑنے سے ہماری قوت منتشر
ہو کر رہ جاتی ہے .... یہ صرف کہنے کی بات نہیں تھی بلکہ انہوں نے انجمن سپاہ
صحابہؓ کے پلیٹ فارم سے سنی اتحاد کی مضبوط عمارات قائم کرنے کی باقاعدہ
جدوجہد شروع کر رکھی تھی۔

شاید یہی وجہ تھی کہ عام اجتماعات میں اب پنجاب کی سرزمین پر انجمن
سپاہ صحابہؓ کے پلیٹ فارم پر دیوبندی بریلوی اور اہلحدیث اتحاد کی جھلک نظر آتی
ہے .... جب الیکشن کا موقع آیا تو جمعیت علما اسلام جو دیوبندی طبقے کی

نمائندہ کہلاتی ہے نے امیر عزیمت کو قومی اسمبلی کا ٹکٹ دیکر امیدوار بنانا
.... تو دوسری طرف پہلا موقع تھا کہ کسی امیدوار کو مذہبی پلیٹ فارم پر اتنے
طبقات کی حمایت ملی ہو- چنانچہ الیکشن میں وسائل کے نہ ہونے کے باوجود
.... اور مڈل کلاس طبقے کے نمائندے کہلانے کے باوجود امیر عزیمت کو بھر
پور عوامی تائید ملی .... مولانا حق نواز الیکشن ہار کر بھی جیتے کیونکہ ان کا کہنا تھا
کہ ہم نے الیکشن گلیاں، سڑکیں اور سکول و بجلی گیس کے خوشنما نعروں اور جھوٹے
وعدوں کی بنیاد پر نہیں لڑا بلکہ ہم نے ایک نظریے اور موقف کی بنیاد لڑا ہے لہذا
جتنے لوگوں نے ووٹ دیئے ہیں گویا انہوں نے ہمارے موقف کی تائید کی ہے
.... حالانکہ مقابلے میں جھنگ کی نامور جاگیردارنی .... حکومتی مشنری
ایرانی تائید اور پیسوں کی فروانی تھی دولت کی ریل پیل ہی کئی لوگوں کو متاثر کر
دینے کے لئے کافی ہوتی ہے .... جبکہ یہاں تو دولت حکومت، جاگیرداری
سب کچھ متحد تھا .... مگر پھر بھی نظریہ اور موقف ان سب چیزوں کے مقابلے
میں بھرپور ساتھ دیا .... وہ ایک جیالا اور انتھک کارکن تھا .... اس
حیثیت سے الیکشن میں کردار ادا کرنا ایک فطری بات تھی ....

امیر عزیمت کو ملنے والی اس بھرپور تائید نے ایرانی خوابوں کو چکنا چور کر
دیا .... شیعہ چاہتے تھے کہ وطن عزیز میں بھی نام نہاد اسلامی انقلاب لا کر
ننانوے فیصد کی آبادی کو دو فیصد کے باطل عقائد پر مبنی نظام کی اتھاہ گہرائیوں
میں دھکیل دیں-

ایران تو جب سارے ہتھکنڈوں کے استعمال کے بعد ناکامی کا سامان

کرنا پڑا تو دہشت گردی پر اتر آیا.......... ایران نے اپنے عزائم کی تکمیل کے لئے پاکستان کی اعلیٰ فوجی قیادت بشمول جنرل ضیاء الحق کے ایک ہی طیارے میں خوفناک اور گہری سازش کے ذریعے راستے سے ہٹا کر بینظیر جو کہ ایرانی نژاد والدہ کے مذہب پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے ایران کے زیادہ نزدیک تھی کو برسراقتدار لایا تھا.......... اس کے لئے ایک "عام فرد" کو راستے سے ہٹانا کوئی مشکل نہ تھا.......... چنانچہ سازشیں شروع ہو گئیں ایک خلیجی ملک میں ایران کی خفیہ ایجنسی کے دہشت گردوں نے منصوبہ بنایا- اس منوبے کی تکمیل بھی پاکستان میں ایرانی سفارت کار آقائے گنجی کے ذمے لگی- جس نے امیر عزیمت کی شہادت سے چند روز قبل جھنگ کا خفیہ دورہ کیا تھا.......... سازش کی خبر نہ صرف پاکستان کی ایجنسیوں کو تھی بلکہ خود امیر عزیمت بھی اس سے آگاہ تھے انہوں نے اپنی ایک تقریر میں واضح الفاظ میں اس سازش کا انکشاف کیا تھا-

عین انکشاف کے مطابق 22 فروری کو جھنگ کی سرزمین پر وقت کے اس عظیم ترین رہنما اور مجاہد کو خون میں نہلا دیا گیا.......... امیر عزیمت علامہ حق نواز شہید کر دیئے گئے.......... دشمن یہ سمجھتا تھا کہ اس طرح سے شاید تحریک روک دی جا سکے گی.......... مگر آنے والے حالات نے ثابت کر دکھایا کہ نظریات پر قائم تحریکیں شخصیات کے ہٹنے کی وجہ سے ختم نہیں ہوا کرتیں-

CS CamScanner

امیر عزیمتؒ کی شہادت کا سانحہ

دل لرز اٹھتا ہے جس دم یہ خیال آتا ہے
تجھ پہ اک روز میں گزری قیامت کیا کیا
کتنی سوچوں کو جلا دے گیا پیغام تیرا
رنگ لائی تیرے کردار کی عظمت کیا کیا

امیر عزیمت کا سانحہ شہادت کوئی چھوٹا سانحہ نہ تھا.......... کئی لوگ ایسے تھے جو اس سانحے کے بعد ہوش و حواس کھو بیٹھے.......... کئی ایک نے اس خبر کو پڑھ کر سپاہ صحابہؓ میں دلچسپی لینا شروع کی اور سپاہ صحابہؓ کے ساتھ منسلک ہو کر رہ گئے.......... یہ ظلم و ستم.......... بربریت.......... دہشت گردی.......... اور آزمائش کے ایک نہ ختم ہونے والے سلسلے کا نقطۂ آغاز تھا۔ اس سانحے نے جھنگ کے پرامن ماحول کو آگ و خون میں لت پت کر کے رکھ دیا۔.......... پھر خون کی ہولی کھیلی گئی.......... کئی بے گناہوں کو شہید کر دیا گا.......... عوام میں خبر پھیلتے ہی اشتعال پیدا ہوا.......... صرف جھنگ ہی نہیں ملک بھر میں اس سانحے پر سخت احتجاج ہوا۔ پوری قوم سراپا احتجاج بنی ہوئی تھی.......... حکومت کی طرف سے روایتی انداز میں بیان بازی کا سلسلہ جاری ہوا.......... مگر سازش معلوم ہونے کے باوجود آستین کے سانپوں پر جنہیں خود حکمرانوں کی

شبہ حاصل تھی کون ہاتھ ڈال سکتا تھا۔

اس سانحے نے کراچی تا گلگت اور خیبر تا گوادر عوام اہلسنت کو غم واندوہ میں مبتلا کر دیا تھا............ ایسے لوگ جنہوں نے صرف نام سنا تھا............ کیسٹ سنی تھی............ یا پہلی مرتبہ شہادت کی خبر سن رہے تھے وہ بھی مغموم تھے............ شیخ حق نواز............ امیر عزیمت کا ایک قریبی جانثار تھا............ جس نے امیر عزیمت کو اپنا آئیڈیل بنایا تھا............ غازی حق نواز کو اس سانحے نے بہت متاثر کیا............ وہ ایک دفعہ تو بل کر رہ گیا اسے پورا یقین تھا کہ دشمنان صحابہؓ کی اس چال کے پیچھے ایران کا ہاتھ ہے............ وہ عوامی مظاہروں میں بھرپور کردار ادا کر کے قاتوں کی گرفتاری کا مطالبہ کرنے لگا............ اس نے کئی روز تک ان مظاہروں اور احتجاج کی وجہ سے راتوں کو نیند تک نہیں کی............ نہ کھانے کی فکر............ نہ سونے کی اور نہ کسی اور چیز کی............ اب اس کی ایک ہی سوچ تھی کہ کس طرح حکومت کو قاتلوں کی گرفتاری پر احتجاج کے ذریعے مجبور کیا جائے۔

وہ ایک پرامن شہری تھا............ مگر اس کے ساتھ ہر دفعہ ظلم ہی ہوا تھا............ معاشرے کی روایات............ حکومتوں کی مصلحتوں پر مبنی پالیسیاں............ اس پر ظلم پر ظلم ڈھائے جا رہی تھیں............ اسے امیر عزیمت کا ساتھ دینے کی وجہ سے گرفتار ہونا پڑا............ اس نے یہ ظلم بھی سہہ لیا............ اسے عوام میں دہشت گرد............ فرقہ پرست............ اور نہ جانے کن ناموں سے بدنام کرنے کی کوشش ہوئی............ وہ سہہ گیا............ اسے ڈرایا دھمکایا گیا مگر

وہ باز نہ آیا نہ اس نے کسی پر ہاتھ اٹھایا.......... وہ جانتا تھا کہ جس شہر جس ملک اور جس وجہ میں رہ رہے ہیں اس کے ہر باسی کی خواہش ہے کہ ملک میں امن قائم ہو....... بدامنی سے وہ دور بھاگتا تھا.......... اس کو دہشت گردی سے روز اول سے نفرت تھی.......... اسے قتل و غارت گری کے نام سے ہی گھن آتی تھی.......... وہ ہر ظلم سہہ کر بھی امن کے قیام کا خواہشمند تھا.......... یہی وجہ تھی کہ احتجاج میں بھی اس نے کسی قسم کی بدامنی کو پسند نہ کیا.......... وہ صرف پرامن احتجاج پر یقین رکھتا تھا.......... سو وہ احتجاج کرتا رہا.......... مگر حکمرانوں کے کانوں پر جوں نہ رینگی.......... اس کے ہی نہیں پورے ملک کے عوام کے احتجاج کے باوجود قتل کیس سرد خانے کی نظر ہوا.......... تب ایک طرف اپنے مربی.......... جس نے اسے حق کے لئے لڑنا سکھایا تھا.......... جس نے اس کے دل سے دنیا.......... دولت.......... ثروت کی محبت نکال کر اللہ.......... اس کے رسولؐ.......... اور خلفائے راشدینؓ صحابہ کرامؓ کی محبت کوٹ کوٹ کر بھر دی تھی.......... وہ قائد جس نے انگلی پکڑ کر اندھیروں سے روشنی میں لایا تھا.......... انتہائی بے دردی اور ستم کا نشانہ بنا کر اسے اس کے آنکھوں کے سامنے اس سے چھینا گیا.......... اس کو امیر عزیمت کی شہادت کا صدمہ.......... اس کی یادیں ستاتی رہتی.......... قاتلوں کی عدم گرفتاری نے اس کی سوچ کو تبدیل کر کے رکھ دیا۔ وہ سوچنے لگا کہ ہمارے ملک میں اگر ایک حق گو عالم دین کی جان کی کوئی قیمت نہیں.......... ایک عالم دین کو تحفظ حاصل نہیں.......... مقتول کے بجائے حکمرانوں کی ہمدردیاں قاتلوں کے ساتھ ہیں

اور آئے روز قاتل گروہ کی دہشت گردی پر مبنی کارروائیوں میں تیزی آتی جاتی رہی ہے .... ایسے میں ہم امن کے خواہاں لوگ کب تک سکون سے رہیں گے .... اب شیخ حق نواز کے دل میں ایک آگ سی لگی رہتی .... یہ آگ انتقام کی آگ تھی .... اب وہ صرف اور صرف انتقام کے منصوبے بنانے میں مصروف ہوا۔ وہ شاتم رسولؐ سے گستاخی کا انتقام لینا چاہتا تھا جو مبینہ طور پر امیر عزیمت کے قتل میں بھی ملوث تھا۔

اسے امیر عزیمت کے جانشینوں سے شکوہ تھا کہ حکومت کی طرف سے قاتل گروہ کی سرپرستی .... تحفظ اور پھر امن کی توقعات جبکہ قیادت بھی مسلسل پرامن رہنے کی پالیسی پر عمل پیرا تھی۔ اسے اب امن سے دلچسپی نہ رہی تھی .... وہ اس معاملے میں جماعت کی پالیسی سے نالاں رہنے لگا ....

اس نے اپنے دل میں اٹھنے والی انتقام کی آگ سے متعلق جماعت کے ذمہ داروں سے رابطہ کرنا چاہا .... مگر ادھر سے سختی کے ساتھ امن پالیسی برقرار رکھنے کی بار بار تلقین پر وہ مایوس تھا .... قیادت کا مؤقف تھا کہ ہماری جدوجہد آئینی جدوجہد ہے اسی لئے امیر عزیمت نے اسمبلی کا راستہ اختیار کیا الیکشن لڑا .... اب ان کی اس پالیسی کو برقرار رکھنا ہمارے لئے ایسے ہی ضروری ہے جیسے ہمارے لیے اس کے مؤقف پر ڈٹے رہنا ضروری ہے .... قاتلوں کے متعلق سپاہ صحابہؓ کی قیادت کی توقع تھی کہ حکومت ہر حال ہی میں گرفتار کر کے سزا دے گی .... جماعت عدالتی کارروائی کے ذریعے قاتلوں کو انجام تک پہنچانے کی خواہاں تھی .... مگر شیخ حق نواز جانتا تھا کہ

حکومت کے اپنے ارادے ٹھیک نہیں .... رہی بات یقین دہانیوں اور وعدوں کی تو وہ بخوبی جانتا تھا کہ:

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے

یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

یہاں سے اس کا راستہ سپاہ صحابہؓ سے جدا ہوا .... اس نے اپنی سوچ اور اپنے جذبات کے عین مطابق فیصلہ کیا کہ حضورؐ اکرام کی شان میں گستاخی کرنے والے .... اور اس پر احتجاج کے جرم میں امیر عزیمت کو شہید کرنے والے بد بخت ایرانی سفارتکار کو جو دراصل دہشت گردی کا ماسٹر مائینڈ (Master Mind) تھا .... انجام تک پہنچانا ضروری ہے- ایک رات وہ خوب سوچتا رہا اسی سوچ میں آنکھ لگ گئی .... اس نے خواب میں دیکھا کہ وہ خواب میں گستاخ رسولؐ کو انجام اصل تک پہنچا رہا ہے .... تو اس کی انتقام کی آگ مزید بھڑک اٹھی .... صبح اٹھتے ہی وہ منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے چل پڑا-

"الیکشن 1990....سپاہ صحابہؓ کی بھرپور کامیابی"

امیر عزیمت کے سانحہ شہادت نے جھنگ کی فضا بدل کر رکھ دی تھی' ایک طرف امن وامان کا مسئلہ تھا تو دوسری طرف ملک بھر میں جماعت کی بقاء اور مشن کی ترویج کی کوششوں کا مرحلہ درپیش تھا- مولانا ضیاء الرحمان فاروقی شہید امیر عزیمت کا جانشین منتخب ہونے کے بعد بڑے احسن انداز میں جماعت کو ملک بھر میں منظم کرنے میں مصروف تھے جبکہ نائب سرپرست اعلیٰ کے عہدے پر مولانا ایثار القاسمی شہید کا انتخاب ہوا تھا- اللہ تعالیٰ نے دونوں قائدین کو اعلیٰ درجے کی صلاحیتیں' سوچ اور فکر عطا کی ہوئی تھی- مولانا ایثار القاسمی نے مسجد حق نواز شہید کی خطابت سنبھالتے ہی جھنگ کے حالات پر توجہ دینا شروع کی- وہ ایک سحر انگیز شخصیت تھی- عاجزی' انکساری اور ملنساری کے ساتھ ساتھ عوامی خدمت اور مشن و مئوقف کے حوالے سے انتہا درجے کی پختگی نے انہیں بہت جلد جھنگ کے عوام میں مقبول ترین رہنما بنا دیا تھا-

جھنگ کے مسلمان امیر عزیمت کی شہادت اور اس کے بعد شیعہ کی دہشت گردی سے سخت پریشان تھے- یوں لگ رہا تھا جیسے پورا جھنگ یتیم ہو گیا ہو' کارکن اپنے آپ کو بے سہارا اور غیر محفوظ تصور کرنے لگے تھے حتیٰ کہ عوام بھی عدم تحفظ کا شکار تھی- روز کوئی نہ کوئی سانحہ پیش آ جاتا اسی وجہ سے ملک بھر کی

نظریں جھنگ پر لگی ہوئی تھیں- دشمنان صحابہؓ یہ سمجھ رہے تھے کہ ہم نے امیر عزیمت ہی کو راستے سے نہیں ہٹایا بلکہ مشن کا خاتمہ کر دیا لیکن اسلامی مشن شخصیات کا محتاج نہیں ہوا کرتا' البتہ شخصیات مشن سے وابستگی کی وجہ سے شہرت اور عزت ضرور پایا کرتی ہیں- مولانا ایثار القاسمی بھی مشن جھنگوی پر گامزن تھے' چنانچہ جب جھنگ کے عوام اور کارکنوں نے ایثار القاسمی کی شکل میں ایک مسیحا پایا تو اس کو ٹوٹ کر چاہنے لگے- وہ اپنی شرافت' بہادری اور خداداد صلاحیتوں کی بدولت مظلوم سنی عوام کے دلوں کی دھڑکن بن گئے-

اکتوبر 1990 میں جب ملک بھر میں دوبارہ الیکشن ہوئے تو جماعت نے فیصلہ کیا کہ جس سوچ اور فکر کے تحت امیر عزیمت نے الیکشن میں حصہ لیا تھا اسی کے مطابق سپاہ صحابہؓ اب پھر الیکشن میں حصہ لے گی - چنانچہ مولانا ایثار القاسمی نے آئی جے آئی کے ٹکٹ پر حلقہ این اے 68 سے قومی اسمبلی اور پی پی 65 سے صوبائی اسمبلی کا الیکشن لڑنے کا فیصلہ کیا- غازی شیخ حق نواز نے جب مولانا ایثار القاسمی کی سحر انگیز شخصیت سے ملاقات کی تو اسے ایثار القاسمی میں جھنگوی کی جھلک نظر آنے لگی' وہ دن رات مولانا ایثار القاسمی کے ساتھ رہنے لگا- جب مولانا ایثار القاسمی نے سنتِ حضرت فاروق اعظمؓ پر عمل کرتے ہوئے راتوں کو پہرہ دینے کا فیصلہ کیا تو غازی شیخ حق نواز بھی راتوں کو انکے ساتھ جھنگ کی گلیوں کا گشت کرتے - جھنگ کا امن بحال کرنے میں غازی شیخ

حق نواز نے مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ کا خوب ساتھ دیا- کچھ دنوں کی صحبت نے شیخ حق نواز کو مولانا ایثار القاسمیؒ کا گرویدہ بنا رکھا تھا-

الیکشن کے موقع پر شیعہ کی زبردست مخالفت' ایران کی مدد سے بھرپور منصوبہ بندی اور مال و دولت کی ریل پیل کے باوجود مولانا ایثار القاسمی جو " امن کے سفیر" بن کر جھنگ آئے تھے بھاری اکثریت سے قومی و صوبائی دونوں اسمبلیوں کے رکن منتخب ہوئے- اس انتخاب نے ایک تو یہ ثابت کیا کہ شیعہ کی یہ سوچ غلط ہے کہ امیر عزیمت کی شہادت پر سپاہ صحابہؓ ختم ہو چکی ہے' دوسری طرف حکومت کی غلط فہمی بھی دور کر دی کہ سپاہ صحابہؓ کو عوامی حمایت حاصل نہیں جبکہ منتخب ہونے کے بعد قومی اسمبلی میں مولانا ایثار القاسمی نے مشن جھنگوی، ملکی سلامتی اور عوامی مسائل پر جس انداز سے آواز اٹھائی اس سے ایرانی ایوانوں میں زلزلے برپا ہوئے- غازی شیخ حق نواز نے اس الیکشن میں بھرپور کردار ادا کیا- قومی اسمبلی کا انتخاب جیتنے پر غازی شیخ حق نواز کے حوصلے بھی بلند ہوئے-

......اور صادق گنجی قتل ہوا

مانا کہ اس زمین کو نہ گلزار کر سکے
کچھ خار کم تو کر گئے گزرے جہاں سے ہم

شیخ حق نواز گستاخ رسولؐ کی تلاش میں جھنگ سے چل پڑا اور لاہور آ پہنچا۔ یہاں اس نے کئی خاص ذمہ داروں سے رابطہ کرنا چاہا مگر اسے مایوسی ہوئی .... جماعتی ذمہ دار کارکن جماعت کی پالیسی کے عین مطابق امن کی پالیسی کے خوگر نکلے .... اب غازی حق نواز نے فیصلہ کیا کہ جو کچھ کرنا ہے اپنے ہی بل بوتے پر کرنا ہے .... وہ مرکز کی طرح لاہور کے تقریباً تمام ذمہ داروں سے بھی مایوس ہوا۔ اب اس نے براہ راست کارکنوں سے رابطے شروع کر دیئے .... گھنٹوں گھنٹوں وہ ایک کارکن کے پاس بیٹھتا اور اپنے جذبات اور مؤقف کے حق میں دلائل دیتا .... یہ حقیقت تھی کہ جو آگ اس کے سینے میں جل رہی تھی تقریباً ہر کارکن کے یہی جذبات تھے .... مگر جماعت کے کارکن جماعت کی پالیسی کے مقابلے میں جذبات کو ترجیح دینے کے لئے تیار نہ تھے .... کارکنوں کے اندر پائی جانی والی جذباتی اور انتقامی سوچ میں اسے کچھ امید کی کرن نظر آ گئی مگر کوئی تعاون پر راضی نہ ہوا بالآخر وہ پہلی بار کسی طرح سے صادق گنجی سے ملاقات کی صورت پیدا کرنے میں کامیاب نہ ہو

سکا۔ نہ ہی قتل کا منصوبہ کامیاب ہوا۔

شیخ حق نواز کی نظر میں ایرانی سفارت کار صادق گنجی صرف امیر عزیمت کا قاتل نہ تھا بلکہ دراصل اس کا جرم گستاخی رسولؐ تھا............ وہ گستاخ رسول کو کسی صورت زیادہ دیر زندہ نہیں دیکھنا چاہتا تھا............ وہ بڑی تیزی سے منصوبہ بندی کر رہا تھا کہیں ناکامی اور کہیں کامیابی اس کا مقدر بنی............ 15 دسمبر 1990 کو وہ جھنگ سے ایک ساتھی کو جو بالکل لاعلم تھا ہمراہ لے کر لاہور آیا اس دفعہ وہ کسی ذریعے سے صادق گنجی تک پہنچنے میں کامیاب ہوا............ اس نے اپنے آپ کو ایرانی وظیفہ خوار دہشت گرد طلبہ تنظیم آئی ایس او کا رکن ظاہر کر کے ملاقات کا وقت لیا۔ ملاقات میں شیخ حق نواز نے صادق گنجی کو الوداعی تقریب دینے کی خواہش کا اظہار کیا صادق گنجی نے اسے بتایا کہ 18 دسمبر کو انٹرنیشنل ہوٹل لاہور میں الوداعی تقریب ہو رہی ہے وہ اسے اسے موقع پر مل سکتا ہے تاکہ ان کی طرف سے دی جانے والی الوداعی تقریب کے وقت وغیرہ کا تعین کیا جا سکے۔

اس کامیاب ملاقات کے بعد شیخ حق نواز نے منصوبے کو اسی دن عملی جامہ پہنانے کا فیصلہ کیا............ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ان الوداعی تقریبات کا مطلب ہے کہ اب اس نے اپنے وطن جانا ہے............ صادق گنجی وطن واپسی اور شیخ حق نواز اسے دنیا سے رخصت کرنے کی تیاریوں میں مصروف ہوا............ یہ دن شیخ حق نواز نے بہت مشکل سے گزارا انتظار اس پر بہت بھاری تھا............ پھر انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں 18 دسمبر کا دن بھی آ گیا............ شیخ

حق نواز نے بڑی مہارت، جرأت اور دلیری کے ساتھ دشمن رسول کو انجام تک پہنچایا.......... اور بڑے اطمینان سے فرار ہونے میں کامیاب ہوا.......... مگر قسمت میں کچھ اور ہی لکھا تھا.......... ابھی یہ اپنی موٹر سائیکل پر زیادہ دور نہیں گیا تھا کہ اپنی گن سے چلنے والی گولی سے یہ شدید زخمی ہو کر گر پڑے- پولیس انہیں زخمی حالت میں گرفتار کرنے میں کامیاب ہوگئی-

یوں اس کا دل انتقال لینے کے بعد مطمئن ہوا.......... وہ پہلے سے جانتا تھا کہ اس ملک کے قانون میں اس کے لئے کوئی نرمی نہیں.......... وہ نتائج اور ہر سزا بھگتنے کے لئے اپنے آپ کو پہلے ہی تیار کئے ہوئے تھا.......... اسے معلوم تھا کہ پاکستانی حکومت ایرانی حکومت کے دباؤ پر اس کے ساتھ ہر طرح کا سلوک کر سکتی ہے.......... اس کے قائد کے قاتلوں کے ساتھ برتی جانے والی نرمی کی اسے اپنے ساتھ برتی جانے کی ہرگز توقع نہ تھی.......... اور نہ یہ توقع تھی کہ گستاخ رسولؐ کے قاتل کی حیثیت سے اسے کسی قسم کا ریلیف ملے گا-

سپاہ صحابہؓ نے صادق گنجی کے قتل کی بھرپور مذمت کی اور یہ باور کرایا کہ قاتلوں کا تعلق جماعت سے ہونا اس بات کی دلیل ہرگز نہیں کہ اس میں جماعت شامل ہے.......... یہ انتقام کی آگ تھی جو ہر کارکن کے دل میں پائی جاتی تھی.......... کوئی جماعت کی پالیسی پر مطمئن ہو جاتا ہے اور کوئی اپنے جذبات کے مقابلے میں جماعتی پالیسی کو کوئی حیثیت نہیں دیتا- سپاہ صحابہؓ نے واضح کہا کہ حق نواز کے دل میں صادق گنجی سے نفرت پائی جاتی تھی مگر جماعت نے اسے ہر طرح سے پرامن رکھنے کی بھرپور کوشش کی- مگر حکومتی پالیسیاں اگر اسی طرح رہیں تو

امن برقرار رکھنا مشکل ہو جائے گا۔

صادق گنجی کے قتل کے بعد غازی حق نواز چند دنوں کے لئے بین الاقوامی میڈیا پر چھایا رہا .... وہ یوں پہلی بار منظر عام پر آیا تھا .... اسے حب رسولؐ اور حب صحابہؓ نے جھنگ کے ایک کارکن پسماندہ علاقے سے اٹھا کر بین الاقوامی سطح پر شہرت دی تھی مگر وہ شہرت کا بھوکا ہرگز نہ تھا .... میڈیا اسے ظالم کے طور پر پیش کرتی رہی۔ حکومت اسے دہشت گرد کے طور پر پیش کرتی رہی .... مگر درحقیقت وہ ظالم نہیں مظلوم تھا .... دہشت گرد نہیں امن پسند تھا اسے حکمرانوں کی یک طرفہ پالیسیوں اور ایران کے اسلام دشمن منصوبوں نے ایسا کرنے پر مجبور کر رکھا تھا .... ناموس رسالتؐ کی خاطر دشمن رسولؐ کو جہنم رسید کرنے کا یہ پہلا واقعہ نہ تھا .... ہماری تاریخ اس طرح کے واقعات سے بھری ہوئی ہے۔ چنانچہ شہدان ناموس رسالتؐ میں جناب طاہر رزاق رقم طراز ہیں۔

"راجپال نے توہین رسالتؐ کی، ملت اسلامیہ کا شیر غازی علم الدین شہید اس پر جھپٹا اور اسے چیر پھاڑ کر رکھ دیا .... رام گوپال نے سرور کائناتؐ کی شان میں گستاخی کی .... غازی مرید حسینؒ اس پہ لپکا اور اسے راہی ملک نار کیا .... سوامی شردھانند نے ہذیان بکا .... غازی عبدالرشید نے اسے جہنم رسید کیا .... نتھو رام نے دریدہ دہنی کی .... غازی عبدالقیوم نے اسے ابوجہل اور ابولہب کے پاس پہنچا دیا .... چنچل سنگھ نے بکواس کیا .... غازی عبدالرشید نے ایک ہی وار میں اسے ہاویہ میں

پنجا دیا .... کھیم چند گنبد خضراء کی طرف منہ کر کے بھونکا .... غازی
منظور حسین نے اسے جہنمی کتے کو اس کے دیس میں پہنچا دیا .... پالامل نے
اپنا متعفن منہ کھولا .... تو .... غازی محمد صدیق نے اسے موت کا رقص
کرایا .... اور اس جہنم کے لپکتے شعلوں کی خوراک بنا دیا .... ملعون
بھیشو نے ہرزہ سرائی کی .... تو .... غازی عبدالمنانؒ نے اسے موت
کے گھاٹ اتارا .... چون داس نے جب اپنے غلیظ منہ سے غلاظت اگلی
.... تو .... میاں محمد نے اسکے وجود کو ادھیڑ دیا اور اسے اللہ کے شدید
انتقام کے سپرد کر دیا .... جب ویدا سنگھ نے زہر میں ڈوبی ہوئی اپنی بچھو
نما زبان کھولی .... تو .... غازی احمد دین نے اسے قتل کر کے ملت
اسلامیہ کے کلیجے کو ٹھنڈ پہنچائی .... ہر پال سنگھ جب قصر نبوت کی طرف
پھنکارا .... تو غازی معراج دین نے اسکی زبان مروڑی .... گردن
توڑی .... جد عبدالحق قادیانی نے زہر اگلا .... حاجی محمد مانک اس پر
رعد بن کر کڑکا .... اور اسے نار جہنم میں بیٹھے مرزا قادیانی کی جھولی میں
پھینک دیا۔ جب نعمت رہبر حرمت رسولؐ پہ حملہ آور ہوا .... غازی فاروق
نے اسے خاک و خون میں تڑپایا .... اور اسے دوزخ کی اتھاہ گہرائیوں میں
جھونک دیا۔"!!!

غازی شیخ حق نواز نے وقت کے راجپال شری دھانند کی روحانی اولاد
قادیانی کے چیتے اور چنچل سنگھ کے جانشین .... ابوجہل اور ابولہب کا ہم
مذہب .... صادق گنجی ایرانی کو حرمت رسالت پر حملہ آور ہوا اور ناموس

رسالت ﷺ کی توہین کرتے دیکھا .... تو شہیدان ناموس رسالت کی لاج رکھتے ہوئے ...... ماں باپ کو بڑھاپے .... غربت .... انجام کی فکر .... اور مال و دولت کی پرواہ کے بغیر اسے جہنم رسید کیا اور ثابت کر دکھایا کہ ناموس رسالت ﷺ کی فدائی جانثار ابھی زندہ ہیں ....

وقت کے راجپال گنجی ملعون کا قتل پاکستان کی حکمرانوں کے لئے بھی ایک عبرت انگیز پیغام تھا .... جو مصلحتوں دباؤ اور تعصب کی چادر اوڑھے وطن عزیز میں مٹھی بھر شر پسندوں کو پہلے مذہبی منافرت تقسیم پھر ناموس صحابہؓ پر رکیک حملوں .... اور ایک قدم آگے بڑھ کر مسلمانوں کے جذبات سے کھیلتے ہوئے .... وطن عزیز کو دہشت گردی کی اتھاہ گہرائیوں کی نذر کرنے .... اور علمائے حق کو بلا جرم و سزا قتل کرتے ہوئے صرف دیکھ ہی نہیں رہے بلکہ خاموش تماشائی کا کردار ادا کر رہے ہیں .... حکمرانوں نے ناموس رسالت ﷺ کے ایک فدائی کو تو تختۂ دار پر لٹکا دیا مگر گوارانہ کیا کہ ناموس رسالت ﷺ کے دشمن .... مذہبی منافرت اور دہشت گردی کی پشت پناہی کرنے والے ایرانی نام نہاد "سفارت کار" ان کے "ثقافتی مراکز" اور ان وظیفے پر ملک کے امن سے کھیلنے والوں کے خلاف کوئی کارروائی کریں۔ حالانکہ حکمران اس بات سے بے خبر نہیں کہ اگر یہ سلسلہ جاری رہا .... رشدی اور راجپال پیدا ہوتے رہے تو .... غازی علم الدین بھی جنم لیتے رہیں گے۔

CamScanner

غازی شیخ حق نوازؒ کا عمل تاریخ اسلام کی نظر میں

اسلام کی ابتدائی تاریخ اور عہد خلافت راشدہ کے بعد ائمہ کرام کے فتوؤں اور فرامین واقوال کا علم رکھنے والا شخص یہ جاننے سے ہرگز قاصر نہیں کہ غازی شیخ حق نوازؒ نے شاتم رسولؐ گنجی کو فی النار کر کے کوئی انوکھا کام نہیں کیا بلکہ تاریخ اسلام میں ایسے واقعات بے شمار ملتے ہیں کہ جہاں کہیں توہین رسالتؐ کا واقعہ پیش آیا۔ وہیں شاتم رسولؐ کا کام تمام کر دیا گیا۔ تاریخ اسلام میں ایک بھی مثال ایسی نہیں ملتی کہ کسی نے حکومت کے اعلیٰ یا ادنیٰ افسر کے پاس جا کر یہ رپورٹ کی ہو کہ فلاں شخص نے میری موجودگی میں میرے آقا سرکار دو عالم شافع محشر نبی مہربان حضرت محمد ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے لہذا اس کے خلاف قانونی کاروائی کی جائے۔ عہد رسالتؐ کے جتنے بھی واقعات ملتے ہیں ان میں ایسے ہی ہوا کہ جس کسی کے سامنے توہین رسالتؐ مآبؐ کا ارتکاب ہوا اس نے خود ہی گستاخ رسولؐ کا کام تمام کر دیا اور بعد میں رسالت مآبؐ کو اس کی اطلاع کی گئی۔ صحیح نسائی شریف باب "تحریم" الدم باب الحکم فی من سب النبیؐ میں ایک صحابیؓ کا ذکر ہے کہ اس کی بیوی گستاخ رسولؐ تھی۔ ایک دن اس نے توہین کا ارتکاب کیا تو انہوں نے اسے قتل کر دیا اور حضورؐ کی خدمت میں جا کر عرض کیا کہ میری بیوی میرے دو بیٹوں کی ماں تھی۔ میری خدمت گزار تھی مگر آپؐ کی گستاخ تھی اس نے میرے سامنے آپؐ کے خلاف بدزبانی کی، جس پر میں نے اسے قتل کر دیا۔ آپؐ نے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا کہ اس آدمی پر میرا

حق ہے اور اس نے حق ادا کر دیا ہے۔ نیز آپؐ نے فرمایا! گواہ رہو اس عورت کا خون ساقط ہے۔" اس طرح کے واقعات کتب احادیث میں تفصیل سے درج ہیں اور اکثر محدثین نے "باب الحکم فی من سب النبیؐ" قائم کر کے واقعات کو جمع کیا ہے۔

گنجی ملعون کی طرف سے توہین رسالت مآبؐ کے ارتکاب کے بعد ملک کے کونے کونے سے اس گستاخی کے خلاف صدائیں بلند کی گئیں۔ سپاہ صحابہؓ تنظیم اہلسنت، سنی کونسل وغیرہ نے پرزور الفاظ میں مذمت کی اور مطالبہ کیا کہ ملعون کو گرفتار کر کے سزا دی جائے لیکن علمائے کا یہ مطالبہ ماننا تو کجا کسی نے کان بھی نہ دھرا۔ ہمارے ملک کے قانون توہین رسالتؐ میں ایک تو سرے سے اتنی پیچیدگیاں ہیں کہ تمام مراحل طے کر کے بھی کسی مجرم کو سزا دلوانا مشکل ہے۔ پاکستان کے قانون تعزیرات کا دفعہ (295 سی) کہنے تو شاتم رسولؐ کو سزا دلوانے کے لئے ہے مگر اس قانون نے شاتم رسولؐ کو مکمل تحفظ دیا ہے۔ قانون کے حرکت میں نہ آنے کی وجہ سے مایوسی کا پھیلنا فطری امر تھا دوسری طرف یہ بات بھی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ (حکومت) ایران جیسے دوست "اسلامی" ملک کے ایک معزز "سفارت کار" کے خلاف اس طرح کا اقدام اٹھانے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔

یہی وہ عوامل تھے جن کی وجہ سے غازی شیخ حق نواز نے شاتم رسولؐ کو اپنے ہاتھوں "فی النار" کرنے کا فیصلہ کیا۔ اسے معلوم تھا کہ اس اقدام کے بعد اسے گرفتار کیا جائے گا۔ مقدمہ چلے گا اور غازی علم الدینؒ کی طرح

اسے بچانے کے لئے نہ تو کوئی محمد علی جناح میدان میں آئے گا نہ کوئی سیاست دان، قانون دان اسکے فعل کی حمایت کرے گا - رہی عوام کی بات تو عوام اس وقت بھی غازی علم الدینؒ کے ساتھ تھی اب اس کے بھی ساتھ ہے مگر اس کی سنتا کون ہے- مقدمہ چلے گا اور عدالت سے پھانسی کی سزا ہو گی مگر عشق رسولؐ اور حب صحابہؓ کے اس مظلوم جانثار نے نتائج کی پرواہ کئے بغیر غازی علم الدین کی تاریخ دہرائی - اور شاتم رسول کو موت اور عذاب الیم کے اندھے کنویں میں دھکیل کر خود بھی موت کی طرف رواں ہوا-

موت کی لیکن دل ناداں کو کچھ پرواہ نہیں
موت کو سمجھے ہیں غافل اختتام زندگی
شب کی خاموشی میں جز ہنگامہ فردا نہیں
ہے یہ شامِ زندگی، صبح دوام زندگی

غازی علم الدین شہید اور غازی حق نواز شہید میں گہری مماثلت

یہ 1929ء کی بات ہے کہ برصغیر میں تحریک شاتت رسولؐ عروج پر تھی- مذہبی مناظرے تو پہلے سے چلے آ رہے تھے- لیکن دشنام طرازی کی باقاعدہ ابتداء ہندوؤں کے ایک مخصوص فرقے آریہ سماج نے کی- حضورؐ کے خلاف چند دریدہ دہن مصنفین نے اس شدت اور تواتر سے گندگی اچھالنا شروع کی کہ ہر مسلمان کے تن بدن میں آگ لگ جاتی - دلی میں شردھانند نامی ملعون مصنف نے اس تحریک کو پروان چڑھایا ہوا تھا تو تحریک کا دوسرا مرکز لاہور تھا-

لاہور میں ایک ہندو پبلشر راجپال نے تحریک کا بیڑہ اٹھایا اور شردھانند کی تحریر کردہ کتابیں چھاپ کر لاگتی قیمت سے بھی کم پر بیچنے لگا- دیکھتے ہی دیکھتے سلسلہ زور پکڑ گیا اسلام کے خلاف زہر آلود لٹریچر کے بعد شردھانند نے "رنگیلا رسول" لکھ ڈالی جس میں آپؐ پر شرمناک انداز میں دریدہ دہنی کی گئی تھی- راجپال نے کتاب چھاپی اور انتہائی کم قیمت پر فروخت کرنے لگا- اس حرکت پر برصغیر کے مسلمانوں سراپا احتجاج ہوئے-

مسلمانوں کے احتجاج نے بھی زور پکڑا اور راجپال کے خلاف مقدمہ قائم ہوا گو کہ راجپال مصنف نہ تھا لیکن صرف پبلشر ہونے کے سبب مقدمہ قائم ہوا اور سر محمد شفیع نے مسلمانوں کے نقطۂ نظر کی بھرپور نمائندگی کی- لیکن قانون میں موجود تحفظات کا فائدہ اٹھا کر جلد ہی راجپال باہر آیا- اور اب مزید ڈھٹائی سے اپنے شرانگیز منصوبوں پر عمل پیرا ہوا-

مسلمانوں نے جب دیکھا کہ نہ قانون حرکت میں آ رہا ہے- نہ ہی دریدہ دہن شاتمین باز آ رہے ہیں تو احتجاجی تحریک شروع ہوئی- تحریک کے دوران مسلمان علماء زعماء اور عمائدین نے اس تحریک شاتت کے خلاف سخت احتجاج کیا اور برطانوی حکومت سے مطالبہ کیا کہ شرانگیزوں کو سزا دی جائے- اسی دوران طالع مند ترکھان کے غیور بیٹے علم الدین نے حضرت امیر شریعت حضرت عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی تقریر سے متاثر ہو کر راجپال پر حملہ کیا اور اسے ابوجہل کے پاس نارجہنم میں بھیج دیا............ غازی علم الدینؒ جانتا تھا کہ اگرچہ راجپال مصنف نہیں لیکن اس نے ایک دریدہ دہن مصنف کی کتاب شائع کر کے

پیغمبر اسلامؐ کی توہین کی ہے جس سے مسلمانوں میں غم و اندوہ کی لہر دوڑی ہے
............اور علماء نے راجپال کے قتل کا فتویٰ بھی اسلئے دیا تھا کہ لاہور جو مسلمانوں کا مرکز ہے اس جیسے شہر میں اس کتاب کی اشاعت کرنے والا راجپال واجب القتل ہے۔

............اور اب جبکہ شاتمین رسالتؐ کے مجرم نیا روپ دھار کر اسلام کے لبادے میں ایمان کے دعوؤں، انقلاب کی جدوجہد، مظلوم مسلمانوں کی دادرسی اور اتحاد، یکجہتی کے خوشنما روپ اور نعروں کے جلوؤں میں نمودار ہوئے تو تاریخ نے اپنے آپ کو نئے انداز سے دہرانا چاہا۔

میں روحِ سفر ہوں مجھے سے نہ پہچان
کل اور کسی نام سے آ جائیں گے ہم لوگ

جب ایرانی سفارتکار 'اتحاد' یکجہتی اور اسلام کے نام پر حرمت رسالتؐ پر حملہ آور ہوا تب بھی یونہی تھا کہ اصل گستاخ رسولؐ تو دور بیٹھا تھا...... بہت دور وہ ایک ملک کا سربراہ بھی تھا اور ایک قوم کا امام و رہنما بھی۔ دنیا جسے خمینی کے نام سے جانتی تھی جس نے اپنی زہر آلود تحریروں اور تقریروں کے ذریعے دنیا بھر میں توہین رسالتؐ اور تکفیر و توہین صحابہؓ کی تحریک کو پروان چڑھایا تھا۔
خمینی تو ایران میں بیٹھا تھا مگر صادق گنجی جو اس کا سفیر اور نمائندہ ہی نہیں بلکہ خود بھی ایک بہت بڑا اسکالر، شاعر، ادیب اور مفکر تھا۔ اس ملعون نے جب خمینی کے زہریلے افکار زہر کو اتحاد و یکجہتی کے خوبصورت عنوان کا نام دے کر پاکستان کے اسلامی ماحول میں پھیلایا تو غازی علم الدین کا روحانی ہمسفر ثانی

غازی علم الدین بن کر غازی حق نواز میدان میں اُترا............ غازی حق نواز کو بھی اس بات کا علم وقت کے ایک عظیم عالم خطیب اور محافظ ناموس رسالت واصحاب رسولؐ امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی کی تقریر سن کر ہوا۔ چنانچہ اس نے "اتحاد و یکجہتی" کے پبلشر، مصنف اور خانہ ہائے فرہنگ ایران و پاکستان کے ڈائریکٹر جنرل صادق گنجی ملعون کو فی النار کر کے غازی علم الدین کا کردار ادا کیا............ غازی حق نواز نے بھی پبلشر کا کام تمام کیا تھا............ لیکن سلوک؟ جی ہاں ہمارے معاشرے نے دونوں کے ساتھ بالکل مختلف سلوک روا رکھا ہوا ہے............ وہ مجاہد کہلایا تھا اسے دہشت گرد لکھا گیا............ وہ غازی تھا یہ ایجنٹ کہلایا............ مگر شہرت نہ تو غازی علم الدین کی خواہش تھی نہ غازی حق نواز کا مقصد .... دونوں آج اللہ کے حضور رضائے الٰہی کے لئے اٹھائے گئے ان عظیم اقدامات کے ثمر پا رہے ہوں گے۔

ALHAIDRI MEDIA CELL

الحیدری میڈیا سیل

CamScanner

غازی شیخ حق نواز شہیدؒ ۔۔خصوصی عدالت کے کٹہرے میں

گنجی ملعون کے قتل کے واقعے کے بعد غازی شیخ حق نواز قرطبہ چوک سے زخمی حالت میں گرفتار ہوا۔گرفتاری کے بعد زخمی ہونے کی وجہ سے وہ تقریباً تین ماہ جنرل ہسپتال لاہور میں زیر علاج رہا۔ اس دوران کڑا پہرہ اور سخت حفاظتی انتظامات کئے گئے تھے۔یہاں انکی صحت بھی ہر روز بہتر ہوتی جارہی تھی حالانکہ موقع پر گرفتار کرنے والے پولیس اہلکاروں کا کہنا تھا کہ ہمیں امید نہ تھی کہ ملزم زندہ بچ سکے گا لیکن اللہ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ہسپتال سے غازی حق نواز کو کوٹ لکھپت جیل لاہور بھیج دیا گیا۔

یوں تو ہمارے ملک میں عدالتی نظام بہت سست اور انصاف بہت ہی مہنگا بلکہ نایاب ہے لیکن کبھی کبھی مصلحتوں کے پیش نظر سب کچھ سستا ہی نہیں تھوک کے بھاؤ تقسیم کیا جاتا ہے۔یہ تضاد صرف عدالتی نظام میں نہیں بلکہ حکومت کے ہر محکمے میں امتیازی سلوک کا یہ سلسلہ روا رکھا جاتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ غریب' غریب تر اور امیر' امیر تر ہوتا جارہا ہے' ظالم ظلم میں مزید حدوں کو پار کرتا جارہا ہے تو مظلوم پستا ہی چلا جارہا ہے۔رشوت' سفارش تو ہر محکمے میں خوب چلتی بلکہ دوڑتی ہے لیکن جیسے جیسے معاملات کی نوعیت بڑھتی جاتی ہے یہ بھی نئے نئے روپ دھار لیتی ہے۔رشوت کی جگہ "قرضے" اور "امداد" کے مہذب الفاظ جبکہ سفارش کی جگہ "دباؤ" کا نام استعمال ہوتا ہے۔

ماضی میں ہر حکومت نے اپنی مرضی کے فیصلے کرانے کیلئے خصوصی عدالتیں بنائیں جنکا کام بظاھر تو امن کے دشمنوں کے خلاف فوری عدالتی کاروائی عمل میں لاکر دہشت گردی کو روکنا قرار دیا جاتا ہے مگر پس پردہ یہ عدالتیں حکمرانوں نے اپنی مرضی کے فیصلے کرانے کیلئے قائم کررکھی ہوتی ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ تھوڑے ہی وقت میں سپاہ صحابہؓ کے دو مرکزی رہنماؤں کی یکے بعد دیگرے شہادتوں پر حرکت میں نہ آنے والی انتظامیہ اور "عدالتیں" صادق گنجی کے قتل کا مقدمہ سرعت کے ساتھ سماعت کرنے لگیں۔ یہ غالباً "دباؤ" کا نتیجہ تھا یا پھر ایرانی حکومت کی طرف سے قاتلوں کو جلد سزا سنانے پر "قرضوں اور امداد" کا وعدہ .... بہرحال غازی شیخ حق نواز اوران کے ساتھیوں پر قائم گنجی قتل کیس کا مقدمہ انسداد و دہشت گردی کی خصوصی عدالت میں بھیجا گیا۔ صرف پندرہ دن کے اندر اندر 5 جنوری 1991 کو چالان عدالت میں پیش ہوا............ اور کیس کی سماعت شروع ہوگئی۔ خود ساختہ گواہوں کا سلسلہ چل نکلا اور تقریباً 30 کے قریب گواہوں نے اپنے بیانات قلمبند کرائے۔ ان پر جرح ہوئی' ملزمان کے وکیل محمد اقبال بھٹی ایڈوکیٹ تھے جبکہ معاون عبدالرشید بھٹی اور عبدالباقی ایڈوکیٹ تھے۔ ایرانی حکومت کی طرف سے فرخ آفتاب ایڈوکیٹ مسلسل پیش ہوتے رہے۔

سزائے موت کا حکم

جرح تقریباً ایک مہینہ آٹھ دن تک جاری رہی اور بحث 12 مارچ 1991 کو سمیٹی گئی- یہ خصوصی عدالت ڈیوس روڈ لاہور میں محکمۂ زراعت کے آڈیٹوریم میں قائم تھی-خصوصی عدالت کے جج محمد اسلم شامی تھے- دوران بحث بعض دفعہ گواہان اور تفتیشی افسران انتہائی پریشان دکھائی دیتے اور انتہائی غلط معلومات پیش کرتے رہے جس پر "وکیل صفائی" نے خوب جرح کی لیکن ان کی بات سنی ان سنی کر دی گئی غازی حق نواز سے متعلق خاندان اور ایرانیوں کے وکیل نے دوران بحث کہا کہ ملزم حق نواز نے تو مجسٹریٹ کے سامنے اعتراف کیا ہے پھر اس نے ریکارڈ پیش کیا کہ حق نواز نے رضا کارانہ طور پر مجسٹریٹ کے سامنے اعتراف جرم کیا ہے-

13 مارچ 1991 جمعرات کے دن ڈیوس روڈ پر واقع زراعت آڈیٹوریم وکلاء، صحافیوں اور غیرملکی اخباری نمائندوں کے علاوہ ملزمان کے ورثاء اور کارکنوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا-خصوصی عدالت کے جج محمد اسلم شامی نے 2:20 پر معروف مقدمے "صادق گنجی قتل کیس" کا فیصلہ سنایا- عدالت نے عین توقعات کے مطابق غازی حق نواز کو قتل اور آتشیں اسلحہ رکھنے کے جرم میں دو بار سزائے موت اور مجرمانہ سازش کے جرم میں سات سال قید کی سزا سنائی جبکہ دیگر پانچ ملزمان محمد عارف، وسیم اسلم، کاکا، ذکی اللہ اور قاری حنیف کو

عمر قید اور مفرور ملزموں جاوید اور ریاض بسرا کو عمر قید اور 20 ہزار جرمانے کی سزا سنائی ا۔ اگلے روز 14 مارچ کے اخبارات میں فیصلے کی خبر کے ساتھ غازی حق نواز شیخ کی تصویر بھی دکھائی گئی جسمیں وہ وکٹری "V" کا نشان بنائے عدالت میں داخل ہو رہے ہیں جبکہ دوسرے ہاتھ میں حسب معمول تسبیح ہے اور دیگر ملزموں کی تصویریں بھی ہیں ان میں سے کوئی بھی ملول یا غمزدہ نظر نہیں آ رہا۔

مرد حق کوش کے تیور کبھی ہوتے ہیں ملول
موت کا حکم سنانے سے بھی کیا ہوتا ہے

غازی حق نواز شیخ کو اپنے فعل پر کبھی ندامت نہ ہوئی تھی یہی وجہ تھی کہ وہ رضا کارانہ اعتراف بھی کر چکا تھا.......... گویا اس نے اپنی سزائے موت کے فیصلے کا راستہ خود ہی منتخب کر لیا تھا بس اب صرف رسمی طور پر سزا دینا اور قانونی مراحل طے کرنا باقی تھا۔ اسی وجہ سے اسے کسی قسم کا رنج یا ملول نہ تھا۔ رہے باقی "شریک ملزمان" تو ان میں سے اکثر بے گناہ تھے اور شامل تفتیش کر دیے گئے تھے۔ بعد ازاں ہائی کوٹ اور سپریم کورٹ نے ان کو بے گناہ تسلیم کرتے ہوئے رہا کر دیا۔ غازی حق نواز کبھی نہیں چاہتا تھا کہ میری وجہ سے کسی اور کو سزا ہو وہ تو یہی چاہتا تھا کہ میں نے اپنی مرضی .... اپنی خواہش کے مطابق اسلام کے تقاضوں اور احکامات پر عمل کرتے ہوئے شاتم رسول کا کام تمام کیا ہے اس پر قدرت سے ملنے والے انعامات کا منتظر ہوں تو کیوں بے گناہوں کو شریک سزا کروں۔

عدالت کے اس فیصلے پر کئی حلقوں بالخصوص ایران اور پاکستانی شیعہ

تنظیموں نے اظہار تشکر کیا جبکہ کئی حلقوں نے خاموشی کو بہتر سمجھا' البتہ بعض نامور کالم نگاروں نے اس فیصلے پر تبصرہ کرتے ہوئے اسے سراسر یکطرفہ اور حکومت کے امتیازی سلوک سے تعبیر کیا - چنانچہ ممتاز کالم نگار اور ادیب جاوید جمال ڈسکوری روزنامہ جنگ 16 مارچ 1991 کے سیاسی ایڈیشن میں جھنگ کے حالات کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں کہ " حکومت جھنگ کا امن بحال کرنا چاہتی ہے جبکہ اس کے اقدامات سراسر غیر منصفانہ ہیں - علامہ حق نواز جھنگوی اور مولانا ایثار القاسمی مرحوم جھنگ کے مقبول عوامی رہنما اور مذہبی لیڈر تھے - ان کے قتل کو عرصہ ہو چکا ہے لیکن افسوسناک بات ہے کہ تفتیش کسی مرحلے میں ہے کچھ معلوم نہیں' بالکل خاموشی ہے جبکہ صادق گنجی قتل کیس کا فیصلہ بھی سنایا جا چکا ہے - یہی وہ باتیں ہیں جو جھنگ میں امن قائم ہونے نہیں دیتیں " -

بڑھتی ہوئی دہشت گردی ..... سپاہ صحابہؓ کا مئوقف درست ثابت ہوا

پھانسی پر عملدرآمد پر احتجاج کے ضمن میں ہم یہ عرض کر چکے ہیں کہ سپاہ صحابہؓ کا مئوقف تھا کہ اس فیصلے کے بعد ملک کے حالات سنگین صورت اختیار کر سکتے ہیں اور قتل و غارت کے بھی بڑھنے کا اندیشہ ہے کوئی بھی تیسری طاقت اس بہانے ملک کے امن کو تہہ و بالا کر سکتی ہے - خاص کر ایسے حالات میں جبکہ محرم کی بھی آمد آمد ہے' آنکھیں بند کر کے یک طرفہ فیصلے کرنا حکومت کی ناعاقبت نااندیشی ہو گی لیکن حکومت نے اس مئوقف کو غلط رنگ دیکر مسترد کیا - آیئے 28 فروری کے بعد کے حالات پر سرسری نظر دوڑا کر موازنہ کرتے ہیں کہ حکومت کے اس فیصلے کے مثبت نتائج برآمد ہوئے یا منفی' فیصلے کے بعد امن ہوا یا حالات

مزید ابتر ہوئے...؟

یکم مارچ کو سرحد کے جنوبی شہر ہنگو میں دن دھاڑے اہل تشیع کے چار سرکردہ افراد قتل ہوئے جسکے بعد سنی شیعہ تصادم شروع ہوا اور دو ماہ تک طویل کرفیو کے بعد مشکل سے حالات قابو میں آئے- ایک محتاط اندازے کے مطابق اس تصادم میں اہل تشیع کے تقریباً دو سو افراد قتل ہوئے جبکہ ساٹھ کے قریب اہل سنت شہید ہوئے- طویل کرفیو کے سبب کاروباری زندگی معطل ہوئی' سکول اور سرکاری دفاتر دو ماہ مسلسل بند رہے- اہل تشیع کے تقریباً دو گاؤں مکمل تباہ ہوئے جبکہ شہر میں سو کے قریب دکانوں کو آگ لگا کر خاکستر کر دیا گیا جس سے کروڑوں کا نقصان ہوا- تصادم اس وقت شروع ہوا جب سپاہ صحابہؓ کے کارکن تعزیتی جلسے میں مصروف تھے' اسی دوران اچانک کسی نامعلوم شخص نے نشانہ لیکر شہر کے چند چیدہ چیدہ شیعہ دکانداروں اور زعما پر فائرنگ کی-

اس طرح شیخوپورہ میں دہشت گردی کا دوسرا بڑا واقعہ پیش آیا جسمیں تقریباً اٹھائیس کے قریب افراد ہلاک ہوئے- اخبارات اور ذرائع ابلاغ کے ذریعے تعداد جان بوجھ کر چھپانے کی کوشش کی گئی لیکن مقامی لوگوں کا کہنا ہے کہ کم از کم اٹھائیس افراد قتل ہوئے- یہ واقعہ بھی دن دہاڑے پیش آیا-

لاہور میں مسجد پر فائرنگ ہوئی اور خطیب و امام مسجد مولانا عنایت اللہ سمیت دس افراد شہید ہوئے- دہشت گردی کے یہ واقعات اس کے بعد پیش آئے جب شیخوپورہ کے واقعہ کے بعد تحریک جعفریہ پنجاب کے صدر سبطین کاظمی نے جنازے کے موقع پر اعلان کیا تھا کہ واقعہ کا جلد بدلہ لیا جائے گا- اس دھمکی

کے بعد سیکورٹی اور بھی " سخت " کردی گئی تھی۔ لیکن دہشت گرد بے گناہ نمازیوں کی جانوں سے کھیلنے میں کامیاب ہوئے۔

بی بی سی کے جاری کردہ اعداد و شمار کے مطابق 28 فروری سے تا حال (14 اکتوبر) صرف کراچی شہر میں تین سو افراد ہلاک ہوئے جن میں سے اکثر کا تعلق اہل تشیع سے ہے۔ ان میں اکثر سرکاری افسر یا سرمایہ دار اور مذہبی رھنما ہیں۔ ہلاک ہونے والوں میں ڈاکٹرز' وکلاء' انجنیئرز کے علاوہ محکمہ دفاع کے سینئر افسر' سید الطاف حسین پی۔ ایس۔ او کے ڈی جی شوکت مرزا' اور ٹیکنیکل بورڈ کے چیئرمین سید حسن زیدی بھی شامل ہیں۔

حالات کے روز بروز بگڑنے کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ صدر مملکت جنرل پرویز مشرف نے 14 اگست کو قوم سے خطاب میں چند اہم سرکاری مقتول افسران کا حوالہ دیتے ہوئے افسوس کا اظہار کیا اور سپاہ محمدؐ مبینہ شیعہ دہشت گرد تنظیم اور لشکر جھنگوی نامی مبینہ دہشت گرد تنظیم پر پابندی لگانے کا اعلان کیا جبکہ تحریک جعفریہ اور سپاہ صحابہؓ کو وارننگ دی کہ اگر وہ دہشت گردی میں ملوث پائے گئے تو ان کے خلاف بھی سخت کاروائی ہوگی۔ اگر صدر مملکت سے کوئی سپاہ صحابہؓ کو دی جانے والی دھمکی کے بارے میں استفسار کرے کہ کن وجوہات کی بناء پر دی ہے تو یقیناً ان کے پاس کوئی معقول وجہ سوائے اس کے نہ ہوگی کہ یہ شیعہ کافر کا نعرہ لگا کر " فرقہ واریت " پھیلانے میں مصروف ہیں حالانکہ سپاہ صحابہؓ کا دہشت گردی اور فرقہ واریت سے دور کا بھی تعلق نہیں۔ رہی بات " شیعہ کافر " کی تو شیعہ کے کفر کا اولاً تو فتویٰ سپاہ صحابہؓ نے نہیں دیا' ثانیاً یہ

نعرہ ہی نہیں ایمان بھی ہے اور عقیدہ بھی... جنرل صاحب ہی نہیں دنیا کا کوئی بھی حکمران عقیدے اور ایمان پر پابندی نہیں لگا سکتا' ہاں تحریک جعفریہ سے متعلق تمام ثبوتوں کی موجودگی کے باوجود نرم رویہ اختیار کرنا سمجھ سے بالاتر ہے۔ اصل میں سپاہ محمدؐ کا تو کوئی وجود بچا ہی نہیں تھا وہ تو اپنوں کے ہاتھوں ہی اپنے کارناموں کی وجہ سے اپنے انجام کو پہنچ چکی تھی۔ سپاہ محمدؐ پر پابندی لگا کر تحریک جعفریہ کو تحفظ دیا گیا ہے۔

جنرل مشرف کو یہ سخت اقدام اٹھانے پر جو سابقہ ادوار میں سخت ترین مذہبی کشیدگی کے باوجود کوئی حکمران نہ اٹھا سکا غازی شیخ حق نواز شہید کی پھانسی کے بعد دہشت گردی کے بڑھتے ہوئے واقعات نے مجبور کیا۔ اس سے یہ بات بخوبی سمجھی جا سکتی ہے کہ حکومت نے غازی حق نواز شیخ کی پھانسی کے سلسلے میں عجلت سے کام لیکر ملک کو قتل و غارتگری کے ایک نہ ختم ہونے والے سلسلے کے دھانے پر لا کھڑا کیا ہے۔ اگر مصالحتی کوشش کرنے والوں کی درخواست پر پھانسی ملتوی کر دی جاتی تو شاید کسی تیسری طاقت کو فائدہ اٹھانے کا موقع نہ ملتا۔

زندانوں کی سیر

انسان کی قسمت میں جو لکھا ہو وہ ہو کر رہتا ہے' اس کو ٹالنا کسی کے بس کی بات نہیں مگر قدرت بعض لوگوں پر کچھ ایسے مہربان ہوتی ہے کہ ان کی زندگیوں کو دیکھ کر رشک آتا ہے- بیشک اللہ رب العزت نے کچھ لوگوں کو "سعید" خوش بخت جبکہ کچھ کو "شقی" بد بخت بنا دیا ہے- یہ سعادت و شقاوت اللہ کی طرف سے ہوتی ہے- چلتی پھرتی دنیا پر نظر دوڑائیں تو پتہ چلتا ہے کہ جن لوگوں کو اللہ نے سعادت مندی عطا کر دی وہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے نقوش چھوڑ جاتے ہیں- دنیا ان کے کارناموں کے سبب انہیں یاد کرتی ہے- لاہور کا "ترکھاناں دا منڈا" (غازی علم الدین) جو ایک غریب ترکھان کا بیٹا تھا' دشمن رسول کو جہنم واصل کر کے تختہ دار تک جا پہنچا تو کردار کی اس عظمت نے اس کی موت کو زندگی بنا دیا- وہ بے شک ہم میں نہیں رہا مگر آج بھی اسکا نام ہم میں سے ہر کوئی جانتا ہے- اس کے نام سے شاید ہی کوئی مسلمان نابلد ہو- جہاں اس کا نام زندہ ہے اسی طرح اس کا کردار بھی زندہ ہے- یہ ہے سعادت مندی جبکہ جو لوگ بد بخت بن گئے وہ بھی اپنے روحانی جانشینوں کے روپ میں کبھی کبھی سامنے آیا کرتے ہیں-

غازی شیخ حق نواز ایک سعادت مند نوجوان تھا- اسکی سعادت مندی ہی تھی کہ اللہ نے اپنے بندوں سے بھری ہوئی اس دنیا میں سے اس کو ایک عظیم کام کیلئے منتخب فرمایا- دشمن رسولؐ جو کہ ایک نئے روپ میں نمودار ہو کر وقت

کے راجپال کا کردار ادا کر رہا تھا کا قتل اسکی زندگی کا بہت بڑا کارنامہ تھا۔ اس کے قتل کے بعد زخمی حالت میں غازی شیخ حق نواز کو ہسپتال میں ہی زیر حراست رکھا گیا۔ سخت زخمی ہونے کے باوجود اس سے بار بار تفتیشی ٹیمیں سوالات کرتیں' پوچھ گچھ کا یہ طریقہ انتہائی تکلیف دہ تھا مگر جس نوجوان نے حرمت رسالت ﷺ کی خاطر مصائب کی چوٹیاں سر کی تھیں' آلام وتشدد برداشت کیا تھا' کئی رہنماؤں کی جدائی برداشت کی تھی اس کیلئے یہ اذیت کوئی حیثیت نہ رکھتی تھی۔ وہ ہسپتال میں زیر علاج تھا تو مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد اس سے ملنے آیا کرتی' وہ ان سے ملاقات کرتا اور خوشی کا اظہار کرتا۔

9 فروری 1991 کو جنرل ہسپتال لاہور سے سخت حفاظتی پہرے اور پولیس کی حراست میں غازی شیخ حق نواز کو کوٹ لکھپت جیل بھیج دیا گیا۔ زخمی ہونے کی وجہ سے اسکی صحت کافی حد تک گر گئی تھی۔ اس وقت وہ انتہائی کمزور اور اچھی طرح چلنے کے قابل بھی نہ تھا' ہسپتال کے یونیفارم میں ملبوس "زخمی قیدی" جب جیل میں داخل ہو رہا تھا تو پیروں میں جوتیاں بھی نہ تھیں۔ وہ بڑی مشکل سے ننگے پیر پولیس کے حفاظتی پہرے اور سہارے میں جیل پھاٹک سے جب اندر داخل ہوا تو ایک حوالاتی نے اسے از راہ شفقت اپنی جوتیاں پہنائیں' اس وقت جیل کا سپرنٹنڈنٹ سید سبط الحسن نقوی شیعہ تھا جس نے یہ بھی مناسب نہ سمجھا کہ قیدی کو کپڑے اور جوتے فراہم کئے جائیں۔ اسی اثنا میں بھارتی طیارہ اغوا کیس کے ملزم "خالصتان تحریک" کے سکھ رہنماؤں جو بعد میں اسلام قبول کر چکے تھے نے اسے سہارا دیکر جیل کے ایک بیرک کے گیٹ تک پہنچایا جہاں اس

CamScanner

کے دیگر مقدمہ وار ساتھی گرفتار تھے۔ جیل کے عملہ نے کاغذی کاروائی مکمل کر کے اسے بھی اسی سیل میں منتقل کر دیا۔

جب غازی شیخ حق نواز اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچا تو انھوں نے بڑے پرتپاک انداز سے اس کا استقبال کیا اور دن رات اس کی خوب تیمارداری کرنے میں مصروف ہو گئے۔ ابھی تک غازی شیخ حق نواز کو کیس کی تفصیلات کا کوئی خاص علم نہ تھا۔ یہاں پہنچ کر اسے دیگر مقدمہ وار ساتھیوں کے بارے میں علم ہوا' اپنے ساتھیوں کے پاس پہنچ کر اسے کافی تسلی ہوئی۔ اب ان سب کا وقت دن رات مشن سے متعلق گفتگو' دینی اور مذہبی اجتماعات کے انعقاد اور جیل میں تنظیمی محنت میں صرف ہوتا۔ جب اس کی پہلی ملاقات آئی تو اسے انتہائی خوشی ہوئی۔ ملاقات کرنے والوں میں اس کے ماموں شیخ منیر احمد' بھائی اصغر علی معاویہ اور دیگر رشتہ دار شامل تھے۔ ملاقاتیوں نے اسکی زخمی حالت دیکھ کر پریشانی اور افسردگی کا اظہار کیا۔ غازی شیخ حق نواز جو "عزیمت کا سفیر" بن کر تمام مصائب جھیلنے کا عادی بن چکا تھا' اپنے رشتہ داروں کو خوب تسلی دیا کرتا اور کہا کرتا کہ انسان کی قسمت میں جو لکھا ہو وہ ہو کر رہتا ہے۔ اگر میں حرمت رسالت ﷺ کی خاطر جیل میں پابند سلاسل ہوں تو اس سے بڑھ کر خوشی اور سعادت مندی کی کیا بات ہو سکتی ہے جبکہ یہاں ایسے سینکڑوں قیدی ہیں جو چوری' زنا' ڈاکہ اور بدکاری کے جرائم کی وجہ سے جیل میں قید ہیں۔ میں ناموس رسالت ﷺ کی خاطر دنیا کا ہر دکھ اور تکلیف برداشت کرنا سب سے بڑی سعادت سمجھتا ہوں۔ ان کی یہ باتیں سن کر ملاقاتی ہی نہیں دیگر قیدی بھی ان کی جرأت پر دنگ رہ جاتے۔

جیسے جیسے وقت گزرتا گیا غازی شیخ حق نواز کی صحت بہتر ہوتی گئی۔ اسی دوران مقدمہ بھی چل رہا تھا۔ کوٹ لکھپت جیل کا سپرنٹنڈنٹ اور عملے کے دیگر اکثر افراد شیعہ تھے جو جیل میں بھی ان پر بے جا سختیوں اور پابندیوں کا نفاذ اپنا مذہبی فریضہ سمجھ کر انجام دے رہے تھے۔ ادھر جیل میں چند شیعہ قیدیوں نے عجیب ماحول بنا رکھا تھا۔ ہر ماہ کوئی نہ کوئی مجلس ہوا کرتی جس میں تمام قیدی بلا تفریق شرکت کرتے اور ذاکر اپنی مذہبی تبلیغ کے ذریعے مسلمانوں کے ذہن خراب کرتا۔ اس شیعہ محنت کا یہ نتیجہ نکلا تھا کہ جیل کا تقریباً ہر قیدی شیعہ مذہب سے متاثر نظر آتا یہاں تک کہ حضورؐ کے مقابلے میں حضرت علیؓ کے فضائل بڑھا چڑھا کر پیش کرنے کی وجہ سے مسلمان قیدیوں کے دلوں میں حضرت محمدؐ کے مقابلے حضرت علیؓ کی زیادہ اہمیت بیٹھ گئی تھی۔ پھر کچھ بدبخت شیعہ صحابہ کرامؓ بالخصوص خلفائے راشدینؓ کے بارے میں غلیظ لٹریچر مسلمانوں کو پڑھاتے۔ ایسے محسوس ہوتا تھا جیسے جیل نہیں کوئی شیعہ مذہب کا مدرسہ یا ادارہ ہے جس میں سارے قیدی طالب علم کی طرح شیعہ مذہب کی تبلیغ اور لٹریچر پڑھنے میں مصروف تھے۔

غازی شیخ حق نواز حرمت رسالت کا جانثار تھا۔ اپنی زندگی اسلام، حضورؐ کی عزت و حرمت اور ناموس صحابہؓ کے تحفظ کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ اس نے زندگی کا ایک طویل عرصہ دین کی خاطر جدوجہد میں گزارا تھا۔ وہ امیر عزیمت کی تربیت اور صحبت میں رہ کر شیعہ مذہب کی اسلام، ملک اور ملت دشمنی سے خوب آگاہ تھا۔ بھلا وہ یہ سب کچھ کیسے برداشت کرسکتا تھا۔ چنانچہ اس نے

ساتھیوں کے ساتھ مل کر محنت کرنی شروع کی- ابتدائی دینی معلومات، مسائل کی تبلیغ سے کام کا آغاز کیا- اس طرح ایک بہت بڑا حلقہ ان کے قریب آیا- پھر انہوں نے حضرات صحابہ کرامؓ امہات المومنینؓ اور خلفائے راشدینؓ کے بارے میں تقاریر، کوئز پروگرام اور لٹریچر کی تقسیم کا سلسلہ شروع کیا- دیکھتے ہی دیکھتے کئی عادی مجرم قیدی، نمازی اور دیندار بن گئے- کئی ایک حفظ قرآن میں مصروف ہو گئے اور بہت سے قیدی ان کے کردار، خلوص اور پاکیزہ افکار کے گرویدہ ہو گئے- قیدیوں کا ان کی طرف مائل ہونا شیعہ قیدیوں کے لئے ناقابل برداشت تھا- جس کی خبر فوراً سپرنٹنڈنٹ جیل کو دی گئی اس نے پابندیاں مزید سخت کر دیں لیکن اسلام کی فطری لچک کے سبب اس کو جتنا دبایا گیا وہ اتنا ہی ابھرتا رہا-

کچھ عرصہ کی محنت کے بعد کوٹ لکھپت جیل سے 15 سالہ شیعہ مجالس عزا، اور ماتم وغیرہ کا سلسلہ خود بخود رک گیا- جیل کے مسلمان قیدیوں کو جب شیعہ مذہب کی اصلیت کا علم ہوا تو انہوں نے چند شیعہ جو کئی سالوں سے یہاں تبلیغ میں مصروف تھے کا جینا دوبھر کر دیا - چنانچہ روز بحث مباحثے اور مناظرے معمول بن گئے شیعہ دہشت گردوں نے کئی نوجوانوں پر حملے بھی کیے- مناظروں، مباحثوں کے بعد بات ہاتھا پائی تک پہنچی اور شیعہ فساد پر اتر آیا تو مجبوراً انتظامیہ کو مداخلت کرنا پڑی، اس سے بھی بات نہ بن سکی تو حکومت نے تمام شیعہ قیدیوں کو کیمپ جیل لاہور منتقل کر دیا-

میانوالی جیل منتقلی

گنجی قتل کیس نے بڑی تیزی سے سماعت کے تمام مراحل طے کئے۔ خصوصی عدالت برائے انسداد دہشت گردی نے 13 مارچ 1991 کو فیصلہ سنایا۔ سزا سنائے جانے کے بعد بھی تقریباً تین سال تک غازی شیخ حق نواز کوٹ لکھپت جیل لاہور میں رہا۔ 30 دسمبر 1994 کو غازی شیخ حق نواز لاہور سے میانوانی جیل منتقل کر دیئے گئے۔ میانوالی جیل بہت مشہور ہے ماضی میں غازی علم الدین شہید کے علاوہ امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاریؒ امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی جیسی عظیم شخصیات اسیری کے ایام گزار چکی تھیں۔ غازی شیخ حق نواز جب یہاں منتقل ہوا تو یہاں پہلے سے موجود ساتھیوں نے اس کا پرتپاک استقبال کیا۔ جیل کی فضا ایک بار نعروں سے گونج اٹھی۔ میانوالی جیل میں یہ منظر کئی سالوں بعد دیکھنے میں آیا تھا کہ کسی قیدی کی آمد پر استقبال ہوا اور قیدیوں نے خوشی کا اظہار کر کے نعرہ بازی کی ہو۔

میانوالی جیل میں تقریباً سات ماہ پہلی مرتبہ گذارے اس دوران حسب معمول جیل میں دینی محنت اور کاوش جاری رکھی۔ کئی بے نمازیوں کو نماز روزے اور اسلام پر عمل کی طرف مائل کیا۔ کئی عادی مجرم غازی شیخ حق نواز کی کوششوں اور کاوشوں سے تائب ہو گئے۔ جیل میں لوگوں کو جو شخص دین کی طرف دعوت دے اور سیدھی راہ دکھانے کی محنت کرے اس کی عزت و وقار میں بہت اضافہ

ہوتا ہے۔جیل میں قیدیوں کا عام طور پر معمول ہوتا ہے کہ وہ لغویات ،فضول گوئی ،اور کھیل کود میں وقت گذارتے ہیں۔ غازی شیخ حق نواز اور ان کے دوسرے ہم مشن ساتھیوں نے قیدیوں کو لغویات اور فضول باتوں کی بجائے دینی محنت کی طرف متوجہ کیا۔اور یہی وجہ تھی کہ اس محنت نے رنگ لایا۔

نظریات پابند سلاسل نہیں ہو سکتے نہ شخصیات کو پابند سلاسل کر کے ان کے نظریات کو مقید کیا جا سکتا ہے۔ اسلامی تاریخ اہم رہنماؤں کے جیلوں کی کہانیوں سے بھری ہوئی ہے۔اکابر کی تاریخ ہمیں یہ بتلاتی ہے کہ انہوں نے جیل کی سلاخوں کے پیچھے بھی دینی محنت ترک نہ کی۔ یہاں تک کہ کئی شہرہ آفاق تفاسیر اور کتابیں دوران اسیری تصنیف کی گئیں۔ اسیر مالٹا شیخ الہند مولانا محمودالحسن دیوبندی، مولانا جعفر تھانیسری، مولانا حسین احمد مدنی، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا مفتی محمود، مولانا عزیر گل سمیت کئی اکابرین ہند کی تاریخ کا غازی شیخ حق نواز نے خوب مطالعہ کیا تھا۔ وہ کسی مکتب مدرسے کا فارغ التحصیل عالم تھا نہ فقیہ، نہ مفسر کہ کوئی تفسیر یا کتاب تصنیف کرتا مگر وہ خاموش مشن جھنگوی کی ترویج کے لئے مصروف رہتا۔ جیل کے تمام قیدیوں کو غازی شیخ حق نواز کی شخصیت کردار اور سوچ وافکار نے حد درجہ متاثر کر رکھا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جب سات ماہ بعد جیل سے جانے لگا تو کئی قیدی اس کے گلے مل کر دھاڑیں مار کر رونے لگے۔ غازی شیخ حق نواز نے انہیں صبر اور دین پر قائم رہنے کی تلقین کی اور پرنم آنکھوں، آہوؤں سسکیوں کے ساتھ اسے یوں رخصت کیا گیا جیسے کسی دلہن کو رخصت کیا جاتا ہے۔

فیصل آباد جیل......زبیر بٹ کی شہادت

میانوالی جیل سے غازی شیخ حق نواز کو فیصل آباد جیل منتقل کر دیا گیا- زندانوں کی یہ سیر کسی تفریح کے لئے نہیں تھی بلکہ تعذیب کے لئے کرائی جارہی تھی - ہر جیل کا اپنا ماحول، اور مزاج ہوتا ہے چار پانچ ماہ تو اس ماحول اور مزاج کو سمجھنے میں لگ جاتے ہیں حکومت مختلف جیلوں میں منتقل کر کے غازی شیخ حق نواز کو ذہنی اور نفسیاتی طور پر پریشان کرنا چاہ رہی تھی - دوسری طرف جیل کے حالات کا انحصار زیادہ تر اس کے عملے پر ہوا کرتا ہے- عملہ جس قدر سخت ہوگا- جیل میں سختی ہوگی عملہ اگر ایمان دار اور با خلاق ہوگا تو جیل میں پابندیاں نرم پڑ جائیں گی-حکومت نے یہ طریقہ اپنایا ہوا تھا کہ جس جیل کا عملہ جس قدر سخت ہوا کرتا ادھران " گرفتاران بلا " کو منتقل کر دیتی تا کہ ان کو " سبق " سکھایا جا سکے- لیکن اللہ نے ظالم حکمرانوں کی تدبیروں کو الٹ کر رکھ دیا- غازی شیخ حق نواز جس جیل میں جاتا وہاں اپنے مشن اور دینی محنت سے ایک نیا ماحول جنم دیتا- اب وہ اس دنیا کا عادی ہو چکا تھا- وہ سمجھتا تھا کہ حکومت کسی طرح اسے باہر نکلنے نہیں دے گی اور پتہ نہیں زندگی مہلت دے نا دے سو جو کچھ آخرت کے لئے جمع کرنا ہے یہیں زندانوں کے پیچھے ہی کرنا پڑے گا- یہی وجہ تھی کہ اس نے روز اول سے اپنا معمول بنایا تھا، پانچوں وقت کی نماز، تہجد، تلاوت اور ذکر

اذکار کے علاوہ قیدیوں کو دینی تبلیغ اور ان میں مشن جھنگوی کی ترویج کے لئے وقت مقرر کر رکھا تھا وہ وقت کی پابندی کے ساتھ معمولات پر عمل پیرا تھا اسی وجہ سے جس جیل میں جاتا وہاں اس کی محنت رنگ لاتی -

فیصل آباد جیل میں دو سال کا عرصہ اس نے اسی محنت میں گذارا یہاں جھنگ کے کئی اور ساتھیوں کے علاوہ سپاہ صحابہؓ فیصل آباد کے رہنما زبیر بٹ بھی گرفتا ہو کر اسیری کے دن گذار رہے تھے- غازی شیخ حق نواز نے اس کے ساتھ مل کر بہت محنت کی اور اچھا وقت گزارا- اس وقت فیصل آباد جیل کا سپرنٹنڈنٹ بہت اکھڑ مزاج کا آدمی تھا رشوت خوری اور حرام خوری میں اس کا کوئی ثانی نہ تھا- اس نے جیل میں طرح طرح کی پابندیاں لگائیں اور نت نئے طریقوں سے قیدیوں بالخصوص سپاہ صحابہؓ کے بے گناہ اسیروں کو ستانا معمول بنایا ہوا تھا- فیصل آباد جیل کی پابندیاں بھی اس کا راستہ نہ روک سکیں، کچھ عرصہ بعد وہ جیل میں قیدیوں کی اصلاح، اسلام کی تبلیغ اور قرآن پاک کی تعلیم کے لئے قرآن اکیڈمی قائم کرنے میں کامیاب ہوا-

قرآن اکیڈمی کے باقاعدہ اساتذہ مقرر تھے جو قیدیوں کو قرآن پاک کی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی مسائل سے آگاہ کرتے- زبیر بٹ نے ان کا مکمل ساتھ دیا- وہ دونوں مل کر اس اکیڈمی کی نگرانی کرنے لگے- اس اکیڈمی کی محنت سے کئی قیدیوں نے جیل میں حفظ قرآن کی سعادت حاصل کی، ناظرہ قرآن اور

دینی مسائل سے آگاہ ہونے والوں کی تعداد تو بہت ہی زیادہ ہے۔ جیل میں کئی منشیات، سمگلنگ اور دیگر جرائم کے قیدیوں نے اس اکیڈمی کی کوششوں سے توبہ تائب ہونے کا عہد کیا۔ دوسری طرف غازی شیخ حق نواز شہیدؒ نے مشن جھنگوی کی محنت بھی جاری رکھی ہوئی تھی۔ چنانچہ سیرت النبیؐ اور ایامہائے خلفائے راشدینؓ پر خصوصی اجتماعات ہوا کرتے اس کے علاوہ لٹریچر کے ذریعے شیعوں کی اصلیت کا پردہ چاک کرنے کا کام بھی جاری رہا۔

فیصل آباد جیل کے سپرنٹنڈنٹ اور شیعہ افسروں کی مدد سے زبیر بٹ کو جیل میں شہید کرنے کا واقعہ جس وقت پیش آیا اس وقت غازی شیخ حق نواز اسی جیل میں تھا۔ اس سانحے نے تمام ساتھیوں کو عدم تحفظ سے دوچار کر دیا تھا۔ جس کی وجہ سے ساتھیوں میں ایک طرح کا خوف و ہراس پھیل رہا تھا۔ ایسے وقت میں غازی شیخ حق نواز نہ صرف ساتھیوں کو حوصلہ دیا بلکہ انہیں پرامن رکھنے کی بھرپور کوشش کی۔

یہ ایک ایسا موقع تھا کہ اگر اس وقت ساتھیوں کو کنٹرول نہ کیا جاتا تو حالات مزید بگڑ سکتے تھے۔ زبیر بٹ شہید کا قاتل واردات کے بعد جب دیوار پر چڑھ کر بھاگ رہا تھا تو اس وقت اسے پوری انتظامیہ اور قیدی دیکھ رہے تھے۔ سپاہ صحابہؓ کے اسیروں نے اس وقت جذبات میں آ کر قاتل کو پکڑنے کی کوشش کی۔ غازی شیخ حق نواز نے جب دیکھا کہ قاتل کے ہاتھ میں اسلحہ لہرا

رہا ہے اور وہ کسی بھی ساتھی پر مزید فائر کر سکتا ہے تو ساتھیوں کو پیچھے ہٹایا اور جیل انتظامیہ کو مطلع کیا کہ قاتل کو گرفتار کر کے سزا دی جائے۔ چنانچہ غازی شیخ حق نواز کی دور اندیشی کے سبب مزید نقصانات سے ساتھی محفوظ رہے۔ اگرچہ بعد میں انکشاف ہوا کہ جیل انتظامیہ قاتل کے ساتھ ملی ہوئی تھی۔

دوسری مرتبہ غازی شیخ حق نواز جہلم جیل سے چند ماہ کے لئے فیصل آباد جیل آئے۔ اور اپنی سابقہ محنت اور کوششوں سے قائم قرآن اکیڈمی دیکھ کر اطمینان کا اظہار کیا۔ اس دوران سابقہ حالات نہ رہے تھے ملک میں بڑھتی ہوئی دہشت گردی اور خون خرابے کے سبب جیلوں میں سختیاں بڑھا دی گئی تھیں۔ ملاقاتوں پر پابندی لگ چکی تھی۔ دوسری طرف مقدمہ بھی آخری مراحل میں تھا۔ یہاں کچھ عرصہ رکھنے کے بعد دوبارہ میانوالی جیل منتقل کر دیا گیا۔

جہلم جیل......صدیق اکبرؓ کانفرنس

فیصل آباد جیل سے تیرہ اگست 1997ء کو جہلم جیل منتقل کیا گیا- دوسری جیلوں کی نسبت یہاں حالات قدرے بہتر تھے- اس دوران غازی شیخ حق نواز شہید کئی دفعہ بیمار بھی ہوئے مگر ظالموں نے آپریشن وغیرہ کی اجازت نہ دی- ان کے جہلم جیل آنے پر یہاں کے ساتھیوں نے خوشی کا اظہار کیا- غازی شیخ حق نواز یہاں بھی قیدیوں کے لئے مسیحا ثابت ہوئے- اپنے طویل تجربے کی بنیاد پر نہ صرف وہ دینی تربیت، فکری محنت اور تنظیمی جدوجہد بلکہ قیدیوں کے مسائل پر جیل انتظامیہ سے مذاکرات کر کے جائز مطالبات منوانے، بے جا سختیاں اور پابندیاں ہٹوانے میں بھی ماہر ہو چکے تھے-

چھوٹے چھوٹے مقدمات میں قید اسیر اور دین سے بے بہرہ قیدیوں کے لئے غازی شیخ حق نواز شہید مسیحا بن کر آئے تھے- یہاں کچھ عرصے میں وہ قیدیوں کی ہر دلعزیز شخصیت کی حیثیت سے ابھرے- ہر قیدی آپ سے انتہائی محبت وعقیدت سے پیش آتا اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ ان کی تربیت اصلاح اور مسائل کے حل پر بھرپور توجہ دیتے- جہلم جیل میں کچھ عرصہ کی محنت کے بعد ہی شیخ غازی حق نواز نے یہاں کے ماحول کو یکسر بدل کر رکھ دیا- اسی دوران یوم صدیق اکبرؓ کے موقع پر جہلم جیل کی تاریخ میں پہلی مرتبہ صدیق اکبرؓ کانفرنس منعقد ہوئی- یہ کانفرنس غازی شیخ حق نواز کی محنت، سوچ اور فکر کا نتیجہ تھی- کانفرنس میں تقریباً 12 سو افراد نے شرکت کی، سپرنٹنڈنٹ جیل اس کانفرنس

میں مہمان خصوصی تھے جبکہ جیل کے باہر سے بھی مقامی علمائے کرام نے کانفرنس میں شرکت اور خطاب کیا- جیل کا پورا عملہ بشمول سپرنٹنڈنٹ جیل کے مشن جھنگوی سے آگاہ ہی نہیں بلکہ کافی حد تک متاثر بھی ہوا-

غازی شیخ حق نواز جس جیل میں جاتے وہاں کی صورتحال دیکھ کر اس کا دل تڑپ اٹھتا، جیل، جاہلیت، گمراہی، رسوائی و ذلت کے ظلمت کدے نظر آتے- انسانیت سسکتے ریوڑ کی طرح ہانک کر اس گمراہی کے اندھے کنویں کی طرف دھکیل دی جاتی- یہ اس ملک کے جیل کی حالت تھی جو اسلام کے نام پر بنا، اس لئے قائم ہوا کہ یہاں اسلام اور قرآن کی روشنی پھیلے گی مگر یہاں تو ہر طرف برائی کا راج نظر آتا تھا- اس ماحول میں غازی شیخ حق نواز کا تاریخی کردار انسانیت کے لئے مینارۂ نور کی حیثیت سے ابھر کر سامنے آتا ہے- اب تک سینکڑوں قیدی اس کی محنت کے نتیجے میں دین سے آگاہ ہوئے، ہزاروں نے قرآن پڑھنا سیکھا، کئی خوش قسمت حفظ قرآن کی سعادت حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے جبکہ بہت سے قیدی جرائم اور قتل و غارت گری سے ہمیشہ کے لئے توبہ تائب ہوئے- غازی شیخ حق نواز کی باتوں کا دیگر قیدیوں پر اس وقت زیادہ اثر ہوتا جب وہ یہ سنتے کہ اس نے شاتم رسول کا قتل کر کے اسیری کا طوق پہنا ہے- اپنی جائیداد، مال دوسروں کی عزت لوٹنے، بدکاری، اور منشیات کے سمگلنگ کے جرائم میں قید اسیروں کے لئے یہ ایک انہونی بات تھی کہ اس مادیت پرستی کے دور میں بھی کوئی صرف اور صرف خدا کی رضا کے لئے اتنی قربانی دے سکتا ہے ... اتنی مصیبتیں اور تکالیف جھیل سکتا ہے؟-

میانوالی جیل ...... سوئے دار روانگی

24 دسمبر 1997ء کو کچھ عرصہ جہلم جیل سے دوبارہ فیصل آباد کے بعد غازی شیخ حق نواز کو دوسری مرتبہ میانوالی جیل منتقل کیا گیا۔ میانوالی جیل کے قیدیوں نے حسب سابق حرمت رسولؐ کے اس جانثار، پاکباز اور فرشتہ صفت انسان کا بھرپور استقبال کیا۔ اس دفعہ جیل آمد پر پہلے جیسی حالات نہ تھے پابندیوں میں گویا ان کو جکڑنے کی پوری کوشش کر دی گئی تھی ملاقاتوں پر پابندی اور جیل میں اپنے ساتھیوں سے ملنے پر پابندی، یہ ساری پابندیاں اس کے راستے کی رکاوٹ نہ بن سکیں۔

"مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آسان ہوگئیں" والی کیفیت تھی کہنے کو تو وہ ایک جیل سے دوسری جیل منتقل ہوا تھا مگر کاتب تقدیر کے ہاں یہ صرف جیل کی طرف منتقلی نہ تھی بلکہ "سوئے دار" کا سفر تھا۔

میانوالی جیل میں اس بار آنے کے بعد وہ پھانسی تک اسی جیل میں رہے۔ اس دوران اس نے اپنی یادداشتوں پر مشتمل کہانی قلمبند کرائی اور جیل کے اندر اپنی محنت بھی جاری رکھی۔ غازی شیخ حق نواز کی اپنی زندگی میں کافی تبدیلی آ گئی تھی جب پہلی مرتبہ اس جیل میں آیا تھا تو وہ نووارد تھا اب وہ خاصا عادی ہو چکا تھا۔ چنانچہ تمام تر پابندیاں اس کے معمولات میں تبدیلی نہ لا سکیں۔ نماز پنجگانہ، تہجد، ذکر واذکار، اور تبلیغ واصلاح کی محنت کے ساتھ ساتھ حسب معمول مشن جھنگوی کی محنت بھی جاری رکھی۔

اسی دوران ہائی کورٹ نے 13 مارچ 1999ء کو ان کی اپیل پر فیصلہ سناتے ہوئے سزا بحال رکھی جبکہ ان کے بعد لواحقین نے سپریم کورٹ میں یکم فروری 1999ء کو اپیل کی جس کا فیصلہ فل بنچ نے 16 دسمبر 1999ء کو سنایا اور سزا بحال رکھی۔ اب صرف ایک ہی راستہ تھا صدر پاکستان و گورنر پنجاب کو رحم کی اپیل کی گئی۔ 22 فروری 2000ء کو رحم کی اپیل کی وقت کے حکمرانوں نے ایرانی دباؤ اور مصلحتوں کے پیش نظر حرمت رسولؐ کے اس جانثار کی رحم کی اپیل بھی مسترد کر دی۔ تمام اپیلیں مسترد ہونے پر جماعت نے بھرپور کوششوں کا آغاز کیا۔ دوسری طرف سپریم کورٹ میں نظر ثانی کی اپیل کی گئی جو 13 ستمبر 2000ء کو مسترد ہوئی۔ اپیلوں کے بار بار مسترد ہونے کے بعد جیل سپرنٹنڈنٹ نے غازی شیخ حق نواز سے کہا کہ اب ہمارے سامنے کوئی چارہ نہیں اسلئے ہم پھانسی کا دن مقرر کرنا چاہتے ہیں۔ اس پر غازی شیخ حق نواز مسکرایا اور کہا کہ اللہ کے فیصلوں میں کسی کو کیا دخل ہے۔ میں نے شاتم رسولؐ کا قتل کر کے اس سرزمین سے ایک بدبخت کا صفایا کیا ہے اگر اس جرم میں مجھے تختہ دار پر لٹکنا پڑے تو اس سے بڑھ کر میرے لئے اور کیا سعادت ہوسکتی ہے۔

اے یادگارِ عزت ناموسِ مصطفیٰؐ
کیا خوب انتخاب تھا تیری حیات کا
بدلہ لیا ہے دشمنِ احمدؐ کا تو نے خوب
منظور کر چکا ہے شہادت تیری خدا

پھانسی پر عملدر آمد......فوجی حکومت کی نرالی منطق

عدالت سے پھانسی کی سزا ہو جانے کے بعد اصل مسئلہ عمل در آمد کا تھا دوسری طرف عدالتی اپیلیں بھی ہو رہی تھیں مگر سب کچھ بہت دھیرے دھیرے سے ہو رہا تھا کسی جمہوری حکومت کے لئے اس سزا پر عمل در آمد بہت مشکل تھا اس لئے کہ سیاسی مصلحتیں آڑے آ رہی تھیں اور جمہوری حکومتیں بہرحال کوئی بھی مسئلہ جمہوری انداز میں حل کرنے کی خواہاں ہوا کرتی ہیں- اگرچہ نواز دور حکومت ریاستی دہشت گردی کا بدترین دور تھا جب ماورائے عدالت قتل و غارت گری کا بازار بھی گرم تھا- جیلوں میں کئی سال سے قید بے گناہ نوجوانوں کو جن کے اوپر ناجائز مقدمات بنائے گئے تھے نکال نکال کر جعلی پولیس مقابلوں میں شہید کیا گیا- صرف نواز دور حکومت میں سپاہ صحابہؓ کے چوالیس نوجوانوں کو ماورائے عدالت جعلی پولیس مقابلوں میں شہید کیا گیا- اتنی سخت گیر پالیسی کی حامل حکومت کے لئے بھی پھانسی کی سزاؤں پر عمل در آمد ممکن نہ ہو سکا-

فوجی حکومت کے آنے سے کئی حلقوں نے ایک طرح سے سکون کا سانس لیا .... بالخصوص سپاہ صحابہؓ نے نواز حکومت کے خاتمے اور احتساب کی کارروائیوں سمیت جنرل مشرف کے سات نکاتی ایجنڈے کی حمایت کا اعلان کیا- اور نواز شریف کے فسطائی دور کے خاتمے پر جشن منایا مگر جنرل مشرف کی حکومت نے ایرانی حکومت کے دباؤ میں آ کر ملعون صادق گنجی کیس کو جلد ٹرائل

کرنا شروع کیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے پھانسی پر عملدر آمد کی تاریخ طے ہوگئی۔ سپاہ صحابہؓ نے حکومت کے رویئے میں تبدیلی کیلئے ہر سطح پر مذاکرات کا سلسلہ شروع کیا۔ سپاہ صحابہ کا مؤقف تھا کہ اس طرح کے اقدامات سے ملک میں انتشار پھیلے گا اور امن وامان کا مسئلہ پیدا ہو جائے گا کوئی بھی تیسری طاقت حالات سے غلط فائدہ اٹھا سکتی ہے۔

اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ پھانسی، گرفتاریاں، تشدد، پابندیاں اور ماورائے عدالت قتل کسی بھی مسئلے کا حل نہیں۔ بالخصوص سنی شیعہ کشیدگی کا مسئلہ صرف اور صرف زیادتی اور تجاوز کی بنا پر زور پکڑ گیا ہے اس کا حل زیادتی، اور تجاوز کے سدباب کے لئے آئینی اقدامات، قانون سازی، اور مذاکرات ہیں۔ مگر ماضی میں بھی حکومتیں اس حقیقت کو جاننے کے باوجود آنکھیں بند کر کے وقتی اقدامات پر اکتفا کرتی رہیں۔ یہی وجہ تھی کہ مسئلہ حل ہونے کی بجائے طول پکڑتا گیا۔ ورنہ دونوں فریقین کا مؤقف سن کر مذاکرات کے ذریعے بہتر سے بہتر حل تجویز کیا جا سکتا تھا۔ ماضی کی حکومتوں نے قتل وغارت کے بعد بے گناہ نوجوانوں پر بے جا مقدمات قائم کر کے اندھا دھند گرفتار کرنے اور تشدد کرنے کا سلسلہ جاری رکھا دوسری طرف ایک فرقے کو کھلی چھٹی دینے کا رویہ اپنایا جس کے سبب اہلسنت نوجوانوں میں مایوسی اور حکومت سے نفرت پیدا ہوئی۔ اس نفرت کا نتیجہ منظم گروہوں کی شکل میں سامنے آ چکا ہے۔ موجودہ اقدام سے بھی کسی طرح مسئلے کے حل کی طرف پیش قدمی نظر نہیں آ رہی تھی بلکہ ہمیشہ کی طرح مسئلہ مزید گھمبیر ہونے کا خدشہ بڑھتا نظر آ رہا تھا۔ غازی حق نواز کا مسئلہ شیعہ سنی

مسئلہ نہ تھا بلکہ دراصل شاتم رسولؐ کے قتل کی سزادی جارہی تھی چونکہ مقتول ایرانی شیعہ سکالر تھا جو اپنے مذہب کے عین مطابق ناموس رسالتؐ پر حملہ آور ہوا تھا۔ اس لئے حکومت نے بھی اسے اس مسئلے کے ساتھ جوڑا، ادھر ایرانی حکومت نے بھی تحریک جعفریہ پر بات ڈال کر مزید مسئلہ کو پیچیدہ بنایا۔

یہی وجہ تھی کہ سپاہ صحابہؓ نے حکومت کو باور کرایا کہ اس موقع پر وہ عجلت کے بجائے دوراندیشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے فریقین کو مذاکرات کے ذریعے صرف اسی قتل ہی نہیں سنی شیعہ مسئلے کے حل پر بھی مجبور کرسکتی ہے۔ سپاہ صحابہؓ اس مظلوم جانثار حرمت رسالت کو بچانے کے لئے میدان میں آگئی تھی جسے محبت رسولؐ کی سزادی جارہی تھی۔ اس کے لئے سپاہ صحابہؓ نے ہرفورم پر مذاکرات اور مصالحتی کوششوں میں مکمل تعاون کی پیش کش کی جسے سنجیدگی سے لینے کی بجائے ٹھکرایا گیا۔ سپاہ صحابہؓ کے صدر مولانا اعظم طارق نے اس موقع پر پریس کانفرس کے ذریعے یہ پیش کش کی کہ ہم ملک میں امن کے قیام، اور مذہبی منافرت کے مسئلے کے حل کے لئے خیرسگالی کے طور پر اپنے شہدا کے قاتلوں کو معاف کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اس سلسلے میں پھانسی کے سزایافتہ ندیم اقبال شہید کیس کے مجرم شہزاد حسین کو جو تحریک جعفریہ کا اہم رکن ہے کو معاف کرنے کا اعلان بھی کیا۔ مگر حکومتی حلقے اپنی نرالی منطق پر ڈٹے رہے کہ "عدالتی فیصلے" پر ہر حال میں عمل درآمد ہوگا تاکہ بقول ان کے دہشت گردوں کے حوصلے پست ہوں۔

سپاہ صحابہؓ کا دینی جماعتوں سے رابطے

سپاہ صحابہؓ نے حکومتی حلقوں سے مایوسی کے بعد ملک کے ممتاز مذہبی و دینی سیاسی رہنماؤں سے ملاقات کر کے ان کو ثالثی کی پیشکش کی۔ اس سلسلے میں جمعیت علماء اسلام کے دونوں دھڑوں کے رہنماؤں مولانا فضل الرحمٰن، مولانا سمیع الحق، جماعت اسلامی کے قاضی حسین احمد اور لیاقت بلوچ جیسے اہم رہنماؤں سے رابطہ ہوا۔ ان مقتدر ملّی رہنماؤں نے مسئلے کے حل کے لئے ثالثی کی یقین دھانی کرائی اور بالواسطہ ایرانی سفارت خانے کے ذریعے مذاکرات کا سلسلہ چل نکلا۔ 23 جنوری کو فیصل آباد میں مجلس عمل علمائے اسلام کا اجلاس جامعہ قاسمیہ میں ہوا تقریباً 29 دینی مذہبی، سیاسی تنظیموں اور جہادی گروپوں کے رہنماؤں نے اجلاس میں شرکت کی۔ اجلاس میں جمعیت علمائے اسلام کے سیکرٹری جنرل مولانا عبدالغفور حیدری نے قرارداد پیش کی جس میں باور کرایا گیا کہ غازی حق نواز کی پھانسی کا حکومتی فیصلہ یکطرفہ اور عاقبت نااندیشانہ ہے اس فیصلے سے ملک میں حالات کے مزید خراب ہونے کا اندیشہ ہے اسلئے حکومت فیصلے پر عمل درآمد سے باز آئے یہ قرار بھاری اکثریت سے منظور کی گئی۔

اکثر مذہبی دینی سیاسی تنظیموں نے سپاہ صحابہؓ کے مؤقف کو درست تسلیم

CamScanner

کرتے ہوئے کہا کہ فیصلے پر عمل درآمد سے حالات سنورنے کے بجائے مزید بگڑنے کا اندیشہ ہے اور یہ کہ پھانسی کسی مسئلے کا حل نہیں - حکومت مذاکرات کے ذریعے اس مسئلے کا مستقل حل تلاش کرنے کی پالیسی اپنائے - تا کہ فریقین کی سفارشات کے مطابق آئینی انداز میں قانون سازی کے ذریعے مسئلہ حل ہو سکے - اس سلسلے میں جماعت اسلامی کے نائب امیر لیاقت بلوچ نے ایک انٹرویو میں کہا کہ یہ "ایک اہم موقع ہے کہ حکومت فریقین کو مذاکرات کی میز پر بٹھا سکتی ہے - اگر حکومت تعاون کرتی تو ہم تقریباً مسئلے کے حل تک پہنچ چکے تھے مگر حکومت کی عجلت نے سارا کام بگاڑ کر رکھ دیا" -

احتجاج کیوں؟

انہی دنوں میں جبکہ پورے ملک میں غازی شیخ حق نواز کی پھانسی کا مسئلہ ہر محفل کا موضوع تھا لوگ ہم سے پوچھتے تھے کہ کیا یہ (حق نواز) آپ کی جماعت کا کوئی اہم مرکزی لیڈر ہے؟ جب جواب نفی میں ملتا تو پوچھنے والے کی کیفیت عجیب ہوتی اور جب یہ پتہ چلتا کہ شیخ حق نواز سپاہ صحابہؓ کا ایک عام سا کارکن ہے .... تو سائل کی کیفیت دیدنی ہوتی .... کیا کہا؟ کارکن .... ایک عام کارکن کے لئے اتنا احتجاج؟ .... واقعی یہ عام آدمی کی سمجھ میں نہ آنے والی بات ہے مگر ہمارے ہاں تو بڑے بڑے بھی یہ سمجھنے سے قاصر تھے .... حالانکہ یہ جانتے ہیں کہ ہم جس نبی مہربانؐ کے نام لیوا، امتی ہیں .... جس نبیؐ پاک کی حرمت پر غازی حق نواز قربان ہونے جا رہا ہے .... اس کے ہاں ایک کارکن کی بہت بڑی حیثیت ہے .... بیعت رضوان لی گئی تھی خون عثمانؓ کے بدلے کے لئے .... جب مشرکین مکہ نے حضرت عثمانؓ کے قتل کی افواہ پھیلائی تو آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو جمع کر کے عہد لیا کہ اس وقت تک واپس نہیں جائیں گے جب تک خون عثمانؓ کا بدلہ نہیں لیں گے۔

سپاہ صحابہؓ کی قیادت نے غازی شیخ حق نواز کی جان بخشی کے لئے سر توڑ کوشش کر کے یہ ثابت کیا کہ اگر اس دور میں کوئی نبی پاکؐ کا سچا وارث اور سنت نبویؐ کا پابند ہے تو وہ سپاہ صحابہؓ کی قیادت ہے۔ جو ایک کارکن کی جان بخشی کے لئے کبھی دشمنان صحابہؓ سے مذاکرات .... مقدمات کی واپسی کے ذریعے صلح

اور کبھی منہ مانگی دیت دینے کا اعلان کرتی ہے.......... یہاں یہ امر بھی افسوس ناک ہے کہ اس نازک ترین دور میں ایک طرف سپاہ صحابہؓ کی قیادت ڈٹی ہوئی تھی تو دوسری طرف ہمارے دینی حلقے کے بعض رہنما کسی قسم کا کردار ادا کرنے کے لئے تیار نہ تھے.......... جن رہنماؤں نے کوشش کیں ان کا ذکر گزر چکا ہے.......... لیکن بعض نے انتہائی شرمناک رویہ اپنایا.......... مثال کے طور پر پنجاب کے ایک گائیکی خطیب کا یہ بیان انتہائی شرمناک تھا کہ "اگر اسی (غازی حق نواز کی پھانسی) کی طرح کے ایک دو اور کڑوے فیصلے اور جرأت مندانہ اقدامات ہوئے تو حکومت فرقہ واریت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے میں کامیاب ہوگی.......... افسوس جو لوگ عمر بھر اہلسنت کے حقوق کے نام پر قوم کو خوب لوٹتے رہے.......... وہ اس نازک موقع پر اپنی دکانداری چمکانے کے لئے اس طرح کی بیان بازی کرتے کہ اہلسنت کا سر شرم سے جھک جاتا.......... اللہ بہت بڑا غفور الرحیم ہے.......... "اِنَّ بَطشَ رَبِّکَ لَشَدِید (القرآن)" بے شک اللہ کی پکڑ بہت سخت ہے".......... بہت ہی سخت.......... اس کا کچھ اندازہ بعد کے واقعات سے ہو گیا ہوگا.......... اللہ کا کرم اور فضل ہے کہ اس نازک ترین موڑ پر سپاہ صحابہؓ کو استقامت بخشی۔ بات چل رہی تھی احتجاج کی جو بہت دور پہنچ گئی۔ راولپنڈی کے علاوہ اس موقع پر لاہور، کراچی، پشاور، کوئٹہ، جھنگ، ملتان اور فیصل آباد کے علاوہ دیگر بڑے بڑے شہروں میں بھی احتجاجی ریلیاں اور مظاہرے ہوئے۔ تمام قائدین کی گرفتاریوں کے باوجود اس قدر احتجاج نے حکومت کو ہلا کر رکھ دیا۔ لیکن جہاں فیصلے آنکھیں بند کر کے Dictation پر

کئے جاتے ہوں وہاں احتجاج کی کیا وقعت ہے .... ہمارے حکمران بیرونی دباؤ کے تحت طے کر چکے تھے اس لئے پھانسی پر عمل درآمد کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

مظلوم جانثار

دنیا میں عزت اور رتبے کے کئی اسباب ہیں۔ مثلاً کسی کا نام اسکے قبیلے کی وجہ سے بلند ہوتا ہے .... کوئی دولت وثروت کی فراوانی کے سبب نام کماتا ہے .... کوئی دنیاوی بادشاہت، حکومت، اور اعلیٰ مناصب کی وجہ سے نام کماتا ہے .... کسی نے عدل وانصاف میں نام کمایا .... لیکن اسی چلتی پھرتی تضادات سے لبریز دنیا میں کچھ لوگ ایسے بھی ملیں گے جو نیکی اور تقوی کی وجہ سے شہرت کی بلندیوں کو پہنچے ہوں .... کچھ ایسے بھی ہوں گے جن کو اللہ کے علم اور ان کے علم کی سیاہی ابھار کر نمایاں کر دیتی ہے .... بہت کم لوگ ہیں "جو سرخ شنائی کی وجہ سے شہرت پاتے ہیں" .... وہ سرخ روشنائی "خون" کی روشنائی ہوتی ہے .... اسی سے تاریخ رقم ہوتی ہے .... اس سے عزتیں بنتی ہیں اور یہی سرخ روشنائی لوگوں کو پستی سے بام عروج تک پہنچاتی ہے .... پھر دنیا ان کو یاد رکھتی ہے .... ہمیشہ کے لئے .... جی ہاں ہمیشہ کے لئے دنیا ان کو یاد رکھتی ہے ....

جو لوگ "خون" .... بہتے ہوئے سرخ خون کی وجہ سے مشہور ہوئے انہیں ان کی شہادت نے بلند مرتبہ لوگوں کی صف میں کھڑا کیا ہے .... اتنا

بلند رتبہ کہ جہاں موت بھی زندگی بن کر ہمیشہ کے لئے ان کو اپنے "آغوش" میں لینے کے لئے پھیلاتی ہے .... پھر ان کی غیر حاضری حاضری بن جاتی ہے .... وَلَا تَقُولُوا لِمَن يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ (القرآن) ان کی جدائی ملاقات بن جاتی ہے .... یہ سرخ روشنائی فلسطین، چیچنیا، کوسوو، البانیہ سے لے کر کشمیر اور پاکستان تک پھیلی ہوئی ہے لیکن ہمیں ان عظیم ہستیوں کی زیارت، قرب، اور ملاقات نصیب نہ ہوئی .... البتہ خود ہمارے ملک میں ایک بڑی تعداد ایسے نوجوانوں کی ہے جنہوں نے وطن عزیز کو اپنی سرخ روشنائی سے "سیراب" کر کے یہاں دین متین کی شمع جلائی .... عظمت رسولؐ اور ناموس صحابہؓ کے تقدس کو بحال کیا .... اپنے لہو سے ایک نئی تاریخ رقم کرنے والے ان عظیم شہداء، کو ہم نے بہت قریب سے دیکھا .... نہ صرف ان کا خون دیکھا بلکہ ان کی عظیم قربانیوں کی بدولت آنے والے انقلاب کا بھی قریب سے مشاہدہ کیا۔

حالانکہ دوسروں کی نسبت یہاں کے ضابطے یکسر مختلف تھے .... بالکل متضاد تھے .... یہاں ان نوجوانوں کے ساتھ جن میں وقت کے جید علماء بھی تھے .... خطباء بھی .... وکلاء بھی اور ڈاکٹر بھی .... امتیازی سلوک روا رکھا گیا .... یہاں کی عوام کے دل ان کے ساتھ تھے .... تو میڈیا ان کے خلاف پروپیگنڈے میں مصروف .... یہاں کے حق گو علماء کی ایک معقول تعداد ان کی پشت پر تھی تو .... چند مفاد پرست اور سرکاری "ملاں" ان کو دہشت گرد کہتے نہیں تھکتے .... یہاں قانون اور

آئین ان کے ساتھ تھا............ تو قانون اور آئین پر عمل کرنے والے حکمران ان کے سخت مخالف .... غرض یہاں الٹی گنگا بہہ رہی تھی جو حرمت رسالتؐ اور ناموس صحابہؓ کے ان عظیم جانثاروں کی قربانیوں کو بہالے جانے میں مصروف تھی۔

غازی شیخ حق نواز بھی ان عظیم جانثاروں میں سے ایک تھا .... جو اس تضادات بھری دنیا میں کسی قسم کی پذیرائی .... حوصلہ افزائی .... نام ونمود .... اور نمائش کے خیال سے، بالکل پاک حرمت رسالت کو تار تار ہوتے دیکھ کر دشمن رسولؐ پر عقاب اور چیتے کی طرح جھپٹ پڑا تھا .... اور جس نے نتائج وعواقب سے بخوبی واقف ہونے کے باوجود آسائش اور آرام کی زندگی پر مصائب و آلام کی سختیوں کو ترجیح دی تھی .... اور آج ناموس رسالتؐ واصحاب رسولؐ کے دشمن کو "فی النار" کرنے کی وجہ سے سزائے موت کا حق دار ٹھہرا دیا گیا تھا .... لیکن غازی حق نواز بڑے اطمینان کے ساتھ "سوئے دار" رواں دواں تھا۔

ماضی کے مقابلے میں اب ضابطے بدل چکے تھے .... ماضی میں غازی علم الدین شہیدؒ سے لے کر غازی عبدالقیوم شہیدؒ تک حرمت رسولؐ کے جانثاروں کو خوب خوب سراہا گیا جیسے ان کو سراہنے کا حق تھا .... اس لئے کہ ان میں ہر ایک نے حرمت رسولؐ پر دریدہ دہنی کرنے والے شاتمین رسول کو "فی النار" کیا تھا۔ لیکن اب دشمن نے ابھی انداز بدلا تھا .... پہلے کسی سکھ، عیسائی، یہودی یا ہندو کی شکل میں حرمت رسالتؐ پر حملہ آور ہوتا تھا .... جسکی

وجہ سے اس کو منہ کی کھانی پڑی اور تحریک کے خلاف مسلمانوں کو متحد اور منظم ہوتا دیکھ کر ضابطے بدل دیئے گئے .... اب حرمت رسالتؐ پر حملہ کرنے والے اپنے آپ کو مسلمان .... صرف مسلمان ہی نہیں مومن کہنے لگے .... اب دریدہ دہنی پر مبنی کتب کی اشاعت ایک "مسلم مملکت" کہلانے والے ملک کے ذمے تھا .... جو بڑی بڑی ڈھٹائی کے ساتھ کتابوں کے ٹائٹل پر آیات مقدسہ اور رسولؐ کی احادیث لکھ کر مسلمانوں کے پشت پر چھرا گھونپنے میں مصروف تھا .... یہی وجہ تھی کہ بہت سے لوگ اس شرانگیز اور منافقانہ سازش کا شکار ہو کر دین اور ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے .... بہت سوں نے تقدیس رسالتؐ اور عظمت صحابہؓ کا انکار شروع کر دیا۔

یہ فطری بات ہے کہ کفر کو کفر کے نام سے کوئی برداشت نہیں کر سکتا .... لیکن کفر اصلی نام سے ناکامی کا شکار ہوتا ہے تو وہ دجل فریب اور شیطانیت پر اتر آتا ہے اور پھر منافقت کے روپ میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف صف آراء ہوا کرتا ہے .... تاریخ اسلام سے یہ ثابت ہے کہ منافقوں کی چالوں نے اسلام اور اہل اسلام کو جتنا نقصان پہنچایا کوئی اور نہیں پہنچا سکا .... مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ وقت کے بڑے بڑے مسلم مفکر .... حکمران اور مدبر، کفار کی ان منافقانہ چالوں کو سمجھنے سے قاصر رہے .... بہت تھوڑے لوگ ہوئے جو اس چال کو سمجھ کر اس کا مقابلہ کرتے .... آج تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی ہے .... جہاں کفر منافقانہ رویہ اپنا کر تقیہ کی چادر میں چھپ کر حملہ آور ہو رہا ہے .... جہاں بہت سے دانشور ....

مفکر .... مدبر .... سیاستدان .... حتی کہ علمائے "سو" تک اس سے نہ صرف متاثر ہوئے بلکہ اس " کفر" کا ساتھ دینے لگے .... وہاں آج مسلمانوں میں بھی کچھ ایسے "سرفروش" موجود ہیں جو منافقت کی چادر تار تار کر کے اصلی چہروں سے نقاب کشائی میں مصروف ہیں۔

غازی شیخ حق نواز بھی ان لوگوں میں سے تھا .... جو منافقین کے اس گروہ کے ساتھ جہاد باللسان اور جہاد بالقلم میں مصروف تھے .... لیکن جب کفر کو حد سے گذرتے اور حرمت رسالتؐ پر کھلے عام بھونکتے دیکھا تو اس کا پیمانۂ صبر لبریز ہوا .... اور وہ جہاد بالسیف کے لئے سر سے کفن باندھے نکل آیا .... آج جہاں اس کو خراج تحسین پیش کرنے .... اس کی حوصلہ افزائی کرنے .... اور اس پر ہونے والے ظلم کی مذمت کرنے والے موجود تھے .... وہاں اس کو فرقہ پرست، تنگ نظر .... دہشت گرد .... ایجنٹ اور طرح طرح کے طعنے دینے والوں کی بھی کمی نہ تھی .... وہ مظلوم تھا مگر کئی لوگ اسے ظالم کہتے تھے .... وہ جانثار حرمت رسول تھا مگر کئی لوگ اسے دہشت گرد تصور کرتے تھے .... وہ محب وطن تھا کہ اس نے وطن عزیز کو کفر کی سازشوں سے پاک کرنے کے لئے ایک بہت بڑا قدم اٹھایا تھا .... لیکن کئی ایک اسے ملک دشمن کہتے .... وہ ایک سچا کھرا عاشق رسولؐ اور مسلمان تھا مگر کئی لوگ اس کو منافقوں کا ایجنٹ گردانتے تھے .... وہ اس قابل تھا کہ اس کو خراج تحسین پیش کیا جائے۔ مگر بہت سے لوگ اسے طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے .... یہ اس کے ساتھ روا رکھا جانے والا اپنوں کا رویہ تھا

غیر تو ویسے بھی غیر ہوا کرتے ہیں-

گرگٹ کے بدلتے رنگوں کی طرح تضادات سے بھری اس دنیا کے رویئے سے یکسر لاپرواہ غازی شیخ حق نواز "سوئے دار" رواں تھا............اس سے قبل تشدد، ظلم، بربریت، مصائب آلام، او پابندیاں اس کے حوصلے پست کرنے میں کامیاب نہ ہوئے تھے تو اسے اس کی بھی کوئی پرواہ نہ تھی کہ اب اسے خراج تحسین کے پھولوں میں لاد کر رخصت کیا جاتا ہے یا اس پر طعن و تشنیع کے نشتر برسائے جاتے ہیں- اس لئے کہ وہ تو رضائے الٰہی کا خواہشمند تھا............ جی ہاں اس کی زندگی کی سب سے بڑی خواہش قرآن پاک کی اس آیت کے عین مصداق تھی "اِنَّ صَلَاتِی وَنُسُکِی وَمَحیَایَ وَمَمَاتِی اللّٰہِ رَبِّ العَالَمِین القرآن" ترجمہ (بے شک میری نماز، میری قربانی، میرا جینا اور میرا مرنا اللہ کے لئے ہے جو عالمین کا رب ہے) اسے کسی چیز کی پرواہ نہ تھی............پس وہ تو جلد .... بہت ہی جلد حرمت رسولؐ پر جان نثار کر کے آقائے نامدارؐ کے حضور حاضری کا خواہشمند تھا-

ایرانی حکومت کی پیش کش

اس دوران جبکہ پاکستانی حکومت اور چند مذہبی سیاسی و دینی رہنماؤں کے ذریعے بات چیت کا سلسلہ ایرانی حکومت تک پہنچ چکا تھا- ایرانی حکومت نے مجبوری سے فائدہ اٹھانے کی خاطر بڑے فراخدلانہ انداز سے پیشکش کی کہ سپاہ صحابہؓ "کافر کافر شیعہ کافر" کا نعرہ اور ایران کی مخالفت کی پالیسی ترک کرے تو نہ صرف غازی شیخ حق نواز کو معاف کر دیا جائے گا بلکہ سپاہ صحابہؓ کو ایران کی پسندیدہ جماعتوں میں شمار کیا جائے گا- مذکورہ سیاسی دینی رہنماؤں نے اس پیش کش سے سپاہ صحابہؓ کے صدر مولانا اعظم طارق کو جب آگاہ کیا تو مولانا اعظم طارق نے بڑی جرأت سے صاف جواب دیا کہ "ایک نہیں سینکڑوں غازی حق نواز قربان کر دیئے جا سکتے ہیں مگر نعرہ اور مشن نہیں چھوڑا جا سکتا- یہ تو غازی حق نواز کی جان بخشی کا مسئلہ ہے اگر اعظم طارق بھی پھانسی پر چڑھ رہا ہوتا تب بھی چڑھ جاتا مگر نعرہ اور مشن چھوڑنے یا اس پر سودے بازی کا سوال ہی نہیں پیدا ہو سکتا"-

یہ سپاہ صحابہؓ کی قیادت کے اخلاص ہی نہیں بلکہ مشن کے حقانیت کی بھی کھلی اور واضح دلیل تھی کہ ایسے نازک موقع پر بھی سودے بازی سے انکار کیا ....

اس لئے کہ جس نعرے اور مشن کی خاطر بانی جماعت قربان ہوئے ہوں .... جس مشن کی خاطر امیر عزیمت سے لیکر علامہ شعیب ندیم شہیدؒ تک جید علمائے کرام، خطباء حفاظ قرآن، بچے بوڑھے اور جوان اپنی قیمتی جانوں کا نذرانہ پیش کر چکے ہوں .... صرف یہی نہیں جو مشن قرآن و حدیث اجماع اور چودہ سو سال کے ائمہ کرام، فقہائے عظام مفتیان کرام اور علماء کی صریح تصریحات کی روشنی میں ترتیب دیا گیا ہو .... بھلا کیسے چھوڑا جا سکتا ہے؟

سپاہ صحابہؓ کا تاریخی جواب

عموماً یہ بات سننے میں آتی ہے کہ سپاہ صحابہؓ کا مؤقف بہت سخت ہے- بعض لوگ ان کو متشدد اور سخت گیر جیسے القاب بھی دیتے ہیں- یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سپاہ صحابہؓ کا یہ رویہ بھی بہت سخت اور آمرانہ تھا اور یہ کہ اس نازک موقع پر سپاہ صحابہؓ کو کچھ نرمی کا اظہار کر لینا چاہیے تھا اس لئے کہ نہ صرف غازی شیخ حق نواز کی جان بچ جاتی بلکہ اور بھی بہت سارے مصائب وشدائد میں کمی آ جاتی... لیکن یہ بات وہی شخص کہہ سکتا ہے جو یا تو سپاہ صحابہؓ کے مؤقف سے سرے سے واقف ہی نہ ہو یا جس کو اسلام اور اس کی تاریخ سے کوئی واقفیت نہ ہو-

سپاہ صحابہؓ کے مؤقف سے واقفیت رکھنے والے لوگ جانتے ہیں کہ سپاہ صحابہؓ کا مشن، مؤقف اور نصب العین اسلام کے اصولوں کے مطابق ہے، پاکستان ہی نہیں پوری دنیا میں نفاذ قرآن وسنت بطرز خلافت راشدہ سپاہ صحابہؓ کا نصب العین ہے جبکہ اس کیلئے مدح صحابہؓ ورد قدح صحابہؓ بھی ضروری ہے- صحابہ کرامؓ کی مدح سرائی، انکی عظمت اور تقدس کا پرچار اور صحابہ کرامؓ کے دشمنوں کا راستہ روکنا نفاذ قرآن وسنت کیلئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے- رہی بات نعرے کی تو یہ نعرہ ہی نہیں عقیدہ بھی ہے اور فتویٰ بھی ...نہ تو عقیدے سے انحراف ممکن ہے اور نہ ہی فتویٰ واپس لینے کا سپاہ صحابہؓ کو اختیار، فتویٰ واپس تو فتویٰ دینے والے لے سکتے ہیں البتہ ہمارا کام صرف اور صرف اس فتوے کا پرچار کر کے مسلمانوں

CamScanner

کے عقیدے کی درستگی اور انہیں دشمنانِ اصحابِؓ رسول کی اصلیّت سے آگاہ کرنا ہے۔

جب مشن قرآن و سنت کے عین مطابق ہے تو اسمیں تبدیلی یا اس سے انحراف کیسے ممکن ہے؟ بھلا اسلام کے پیش کردہ اصول بھی قابل ترمیم ہو سکتے ہیں؟ کسی مسلمان کیلئے قطعاً یہ جائز نہیں کہ وہ ایک طرف اسلام سے عقیدت کے دم بھرے اور دوسری طرف اس کے اصولوں پر عمل جراحی بھی کرتا پھرے "ترمیم" اور "اصلاح" کا اسلام نہ ہی متحمل ہے اور نہ محتاج۔ اسلام کے نام پر بننے والی کسی جماعت کیلئے کسی غیر اسلامی نظام کے ساتھ مصالحت یا مداہنت کا تصور بھی حرام ہے۔

ابتدائے اسلام کی تاریخ پر نظر دوڑائیں تو پتہ چلتا ہے کہ جب اسلام کی دعوت تیزی سے پھیلنے لگی اور ملت اسلامیہ کی بنیادیں بھری جانے لگیں تو اس کو مخالف کیمپ سے مصالحت اختیار کرنے کی ترغیب بار بار ملنے لگی جسکا ذکر قرآن نے ان الفاظ میں کیا ہے۔ "آیت بقرآنٍ غیرِ ھَذآ اَو بَدِّلہ" (القرآن۔ سورہ یونس) ترجمہ: "اس قرآن کے بجائے کوئی دوسری کتاب لائیے یا پھر اس میں ردو بدل کیجیئے"۔ اس تجویز کے پیش کرنے کا مقصد صاف ظاہر ہے کہ حضورؐ مشرکانہ ماحول کے ساتھ مصالحت کریں اور اشتراکِ عمل کی پالیسی اپنائیں جسکا جواب قرآن نے ان آیات میں دیا" قل مَـالـکـون لی اَن ابدلَـہ' من تلقَاأی نَفسی ان اتبع الّاَمَا یوحیٰ الَی" (سورہ یونس) ترجمہ: "ان سے کہہ دیجیئے کہ مجھے اس بات کا قطعاً کوئی استحقاق نہیں کہ میں اپنی طرف سے اس قرآن میں کوئی ردو بدل کردوں۔ میں تو بس اسی چیز کی پیروی کرتا ہوں جسکی میری طرف وحی کی جاتی ہے"۔

CamScanner

سپاہ صحابہؓ ہر بااصول جماعت کی طرح اپنے مقصد سے گہرا عشق اور اپنے اصولوں کا سچا یقین لے کر اٹھی ہے۔ اسطرح اٹھی ہے کہ رکاوٹوں کی کوئی بڑی سے بڑی چٹان بھی اس کا رخ نہ موڑ سکی' اس راہ میں اسے کیا کچھ پیش نہیں آیا؟ جانی اور مالی مصیبتوں نے اس پر حملہ کیا' سخت ترین خطرات نے اسے دھمکایا' راتوں کی نیند چھینی گئی' دن کا سکون برباد ہوا' قید و بند کی آزمائشوں نے اسے آنکھیں دکھائیں ...مگر تاریخ گواہ ہے اور اس گواہی کو کوئی بھی طاقت چیلنج نہیں کر سکتی کہ ہولناک مصائب اور مشکلات کے اس امنڈتے ہوئے طوفان میں بھی یہ جماعت اپنے اصل مؤقف سے ایک انچ پیچھے ہٹنے پر کبھی بھی راضی نہ ہوئی ...حالانکہ "مصالحت" اور مداہنت کو اگر تھوڑی سی بھی راہ دیدی جاتی تو یہ سارا ہنگامہ اور مصائب ایک دم سرد پڑ جاتے ہیں۔ دن رات کی بے اطمینانی' امن وسکون سے بدل جاتی۔ معاشی تنگیاں دور ہو جاتیں ...لیکن جماعت اپنے ہر معاملے میں قرآن وسنت کی پابند رہی اور مصالحت کو قریب نہ آنے دیا جیسا کہ ابتدائے اسلام میں قریش کا وفد آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور صاف لفظوں میں پیش کش کی تھی کہ آپ ہمارے معبودوں کو برا کہنے سے باز آجائیں تو نہ صرف ہم آپ کی مخالفت ترک کرینگے بلکہ آپ کی حسب خواہش آپ کو مال ودولت اور اقتدار بھی دیدیا جائیگا....اسی موقع پر حضورؐ نے یہ تاریخی جملہ ارشاد فرمایا تھا کہ " قریش اگر میرے ایک ہاتھ پر چاند اور دوسرے پر سورج رکھ دیں تب بھی میں اپنے مشن و مؤقف سے باز نہ آؤنگا"۔

قارئین ذرا ان واقعات کی روشنی میں سپاہ صحابہؓ کے مؤقف اور کردار کا

موازنہ کیجئے اور جان لیجئے کہ اس گئے گذرے دور میں اگر کوئی جماعت نبویؐ اصولوں پرعمل پیرا ہے تو صرف سپاہ صحابہؓ۔

کہنے والے شاید یہ بھی کہہ دیں کہ یہ ایک "جنون" ہے... جس نے ان لوگوں کو "عقل ودانش" کا دشمن بنا ڈالا ہے' اس زمانے کے سیاستدان' مدبر اور دانشوروں کے علاوہ کئی نام نہاد "علماء" بھی اسے "فریب" سمجھیں جسمیں ہم انہیں مبتلا نظر آتے ہیں لیکن وہ وقت دور نہیں کہ جب اس "فریب" "جنون" اور "کم فہمی" کی حقیقت کھل کر سامنے آئے گی اور دنیا اسکے نتیجے میں برپا ہونے والے انقلاب کو دیکھ لے گی۔ سپاہ صحابہؓ نے ایرانی حکومت کی اس سراسر اسلامی پیشکش کو ٹھکرا کر اسلام کی تاریخ میں ایک بار پھر تاریخی کردار ادا کیا ہے۔ یقیناً اللہ کے ہاں اس کے بدلے میں اجر وثواب کے علاوہ کامیابی کے فیصلے ہوں گے۔

شہباز علی
ذخیرہ
ملوٹ اسلام آباد

پھانسی کا دو دفعہ التوا

سپریم کورٹ میں معروف قانون دان رشید مرتضیٰ قریشی ایڈووکیٹ کے ذریعہ رٹ دائر کی گئی کیس کی سماعت کے دوران وجوہات قتل پر بات نہیں ہوئی۔ فاضل عدالت نے اسے محض دہشت گردی قرار دیکر سزائے موت سنائی ہے جبکہ وجوہات قتل پر بحث ہونا ضروری ہے۔ اس لئے فاضل عدالت کیس پر دوبارہ نظر ثانی کرے۔ نظر ثانی کی یہ درخواست منظور ہوئی اور عدالت نے پھانسی کی تاریخ بدل کر عمل درآمد روک دیا۔

عدالت نے نظر ثانی کی اپیل مسترد کر دی اور 28 فروری کو پھانسی کے وارنٹ جاری ہوئے۔ حکومت نے اس فیصلے کے آتے ہی ملک بھر میں 24 فروری کی شب کریک ڈاؤن کر کے مولانا اعظم طارق سمیت تمام اہم مرکزی، صوبائی اور علاقائی رہنماؤں کو گرفتار اور بہت سے رہنماؤں کو گھروں میں نظر بند کر دیا۔ یہ پاکستان کی تاریخ کا غالباً پہلا واقع ہے کہ تمام اپیلیں مسترد ہو جانے اور بلیک وارنٹ جاری ہونے کے بعد بھی پھانسی دو دفعہ ملتوی کر دی گئی ہو۔ اس سے حکومت کے عزائم کے علاوہ اس بات کا بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حکومت کو اس پھانسی کے بعد کے حالات سے نمٹنا آسان نظر نہیں آ رہا تھا۔ عوامی ردعمل کے علاوہ خونی فسادات کا بھی خدشہ تھا کوئی بھی تیسری طاقت موقع سے غلط فائدہ اٹھا سکتی ہے مگر سپاہ صحابہؓ نے صرف احتجاج کا حق استعمال کرنے کا فیصلہ کیا تھا تا کہ حکومت کو اس یکطرفہ، سراسر غیر منصفانہ فیصلے کے نتائج کا قبل از

وقت احساس دلایا جائے۔ اور عالمی برابری کو اس یکطرفہ عمل سے پیدا ہونے والی بے چینی سے آگاہ کیا جاسکے۔

کریک ڈاون گرفتاریاں......سپاہ صحابہؓ سٹوڈنٹس کا احتجاج

بلیک ورانٹ جاری ہوتے ہی حکومتی ایجنسیاں حرکت میں آگئیں اور دیکھتے ہی دیکھتے سپاہ صحابہؓ کے خلاف ریاستی دہشت گردی شروع ہوگئی............ مصالحت کی پیشکش کرنے............ صلح کی کوشش کرنے اور امن کی یقین دہانیاں کرنے والے سپاہ صحابہؓ کے سربراہ مولانا اعظم طارق کو گرفتار کیا گیا۔............ اور ساتھ ہی ملک بھر کے اہم ذمہ دراوں اور رہنماؤں کو تین ماہ کے لئے نظر بند کر کے جیل بھیج دیا گیا............ حکومت کا مقصد شاید اس سے امن وامان قائم رکھنا ہو............ لیکن یہ عجیب منطق ہے کہ پر امن لوگوں کو گرفتار کر کے کونسا امن قائم کیا جاسکتا ہے؟............ ہاں اصل مسئلہ عوامی احتجاج تھا............ پورے ملک میں "کالی" اور "خاکی" وردی والی فوج یوں چوکس کر دی گئی کہ سڑک پر نکلتے ہی یوں محسوس ہوتا تھا جیسے جنگ کے حالات ہیں............ پنجاب سمیت ملک کے اہم شہروں میں ایمرجنسی نافذ کر دی گئی تھی............ اور احتجاج کے لئے سڑک پر آنے والوں کو گولی مارنے کا حکم جاری کر دیا گیا تھا............ تاریخ نے یہی سماں غازی علم الدین کے پھانسی والے دن بھی دیکھا تھا۔ جب برطانوی حکومت نے ہندوپاک میں ایمرجنسی نافذ کر دی تھی۔

جونہی تمام قائدین گرفتار اور نظر بند ہوئے سپاہ صحابہؓ سٹوڈنٹس نے حالات کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے بھرپور کردار ادا کرنے کا فیصلہ کیا

.... چنانچہ 28 فروری کو راولپنڈی میں ایک اعلیٰ سطح اجلاس ہوا .... ملک بھر کے میسر قائدین سے رابطے ہوئے اور فیصلہ کیا گیا کہ 27 فروری کو ملک بھر میں سپاہ صحابہؓ و سپاہ صحابہ سٹوڈنٹس کفن پوش احتجاجی مظاہرے کرے گی۔ یہ خبر ملک بھر کے اخبارات نے نمایاں کر کے شائع کی .... اب کیا تھا حکومتی اہلکار مزید چوکس ہو گئے چنانچہ مزید سختی کر دی گئی .... مگر جھنگوی کے تربیت یافتہ صحابہ کرامؓ کے جانثار سپاہی اپنے ایک جانثار ساتھی کے لئے تن من دھن قربان کر سکتے تھے مگر خاموشی اختیار کرنا ان کے لئے ناممکن امر تھا۔ اور ادھر حکومتی اہلکار اور بیورو کریسی ہر طرح کی فوج اور اسلحہ سے لیس تیار تھی ادھر ناموس رسالتؐ و عظمت صحابہؓ کے محافظ متحرک تھے گویا۔

چراغ تیز ہواؤں سے یوں مخاطب ہے
میں اپنا کام کروں گا، تم اپنا کام کرو

والی کیفیت تھی۔ چنانچہ اس اعلان کے بعد راولپنڈی میں بھی 27 فروری کو لیاقت باغ کے سامنے مری روڈ پر قائد طلبا، حافظ اقرار عباسی کی قیادت میں کفن پوش مظاہرہ ہوا۔ مظاہرہ اچانک اور اتنا شدید تھا کہ ٹریفک کئی گھنٹوں بلاک رہی .... مزے کی بات یہ ہے کہ "چوکس" پولیس کے پہنچنے سے قبل مظاہرین منتشر ہو چکے تھے .... اس خفت کو مٹانے کیلئے راولپنڈی پولیس نے قائد طلبہ سمیت راقم (حبیب اللہ مجاہد) اور ضلعی رہنماؤں اور اسلام آباد کے رہنما حفیظ اللہ عثمانی اور بیسیوں کارکنوں کے خلاف مقدمہ بنایا .... حالانکہ راقم اس وقت وہاں موجود نہ تھا۔

احتجاج ...... بوجہ امتیازی سلوک

ایک طرف روابط اور مذاکرات کا سلسلہ جاری تھا تو دوسری طرف عوامی احتجاج بھی جاری تھا- سپاہ صحابہؓ کا مؤقف اس لئے بھی درست تھا کہ اگر پھانسی اور فیصلوں پر عمل درآمد اتنا ہی ضروری ہے تو سپاہ صحابہؓ کے سینکڑوں کارکنوں اور علمائے اہلسنت کے نامزد قاتلوں کو کیوں یہ سزا نہیں دی جاتی .... وہاں تو حکومت کا رویہ سراسر مختلف ہوا کرتا ہے نہ صرف قاتلوں کی گرفتاری سے اجتناب برتا جاتا ہے بلکہ قاتل گروہ کو بھرپور تحفظ، اور ان کی پوری سرپرستی کا حق یوں ادا کیا جاتا ہے جیسے یہ لوگ قانون اور سزا سے بالکل بالاتر ہوں- حکومت کا یہی یکطرفہ اور امتیازی سلوک سپاہ صحابہؓ کو احتجاج پر مجبور کرنے کا سبب بنا- عدالتی فیصلے کا احترام اپنی جگہ لیکن حکومت کے رویے نے احتجاج پر مجبور کر رکھا تھا- اس سلسلے میں ہفت روزہ تکبیر نے 14 مارچ 2001 کے شمارے میں صریح الفاظ میں حکومت کے اس امتیازی سلوک کا ذکر کر کے اس رویے کی تبدیلی پر زور دیا ہے- تکبیر لکھتا ہے "قانون پر عمل درآمد اچھی بات ہے اگر حکومت ملک کے تمام باشندوں کے ساتھ بلاامتیاز قانون و انصاف کے مطابق یکساں سلوک کرے تو پھر کسی کو بھی شکایت نہ ہوگی بدقسمتی سے ملک میں منصفانہ طرزِ عمل نے جہاں بہت سی خرابیوں کو جنم دیا ہے وہیں امتیازی سلوک فرقہ واریت کی فروغ کا سبب بھی بنا ہے"- آگے مزید لکھتا ہے " جانبداری کے مختلف مظاہروں نے جہاں کسی گروہ کو پنپنے کا موقع فراہم کیا تو

وہیں ردعمل میں دوسرا گروہ بھی سرگرم ہوگیا.......... نتیجہ یہ کہ جہاں آج شیخ حق نواز کی پھانسی کو قانونی اقدام قرار دینے والے لوگ موجود ہیں تو وہیں شیخ حق نواز کی پھانسی کو دباؤ کا نتیجہ قرار دینے والے لوگ بھی موجود ہیں اسکی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ملک میں قانون کی بلا امتیاز بالادستی کو اہمیت نہیں دی گئی"۔

ایمنسٹی انٹرنیشنل کی مخالفت

جہاں حکومت کے اس اقدام کی مخالفت ملک کے مقتدر سیاسی، مذہبی اور دینی وصحافتی حلقوں نے کی وہیں اس مسئلہ کو بین الاقوامی سطح پر بھی غیر دانشمندانہ قرار دیا گیا۔ کئی غیر ملکی اخبارات و جرائد نے پھانسی کو مسئلے کے حل کے بجائے فسادات، ملک میں خانہ جنگی اور قتل و غارت گری میں اضافے کا سبب قرار دیا اور حکومت کو پھانسی پر عمل درآمد کے بجائے مذاکرت کے ذریعے مستقل حل نکالنے کی ضرورت پر زور دیا۔ چنانچہ انسانی حقوق کے تحفظ کے عالمی ادارے ایمنسٹی انٹرنیشل نے شیخ حق نواز کی پھانسی کے فیصلے کو حکومت کا غیر دانشمندانہ اقدام قرار دیتے ہوئے کہا کہ اس پھانسی سے سنی شیعہ فسادات روکے نہیں جا سکتے کوئی تیسرا طبقہ سزائے موت کو تشدد کا ذریعہ بنا سکتا ہے۔ سنی شیعہ کے مسئلے کو حل کرنے کے لئے حکومت کو سنجیدہ، فیصلہ کن مگر غیر جانبدرانہ اقدامات کرنے ہونگے۔ (بحوالہ تکبیر 14 مارچ 2001)

چونکہ حکومت فیصلہ کر چکی تھی کہ ہر حال میں شیخ حق نواز کو پھانسی دینا ہی ہے کہ ایرانی دباؤ اتنا بڑھ گیا تھا کہ اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا.......... ورنہ

شاید اس موقع پر حکومت کی تھوڑی سی دانشمندی ملک وقوم کو ایک بہت گھمبیر اور گھناؤنے مسئلے سے نجات دلانے کا سبب بنتی .... تا کہ اس ملک میں امن .... سکون .... استحکام .... اور چین ہو۔ مگر یہ سنہرا موقع گنوا دیا گیا۔ ملی یکجہتی کونسل کے رہنما نائب امیر جماعت اسلامی لیاقت بلوچ جو اس مسئلے کے حل کیلئے مخلصانہ طور پر سب سے زیادہ کوششوں میں مصروف رہے ایک انٹرویو میں کہتے ہیں "ہماری مصالحانہ کوششوں کا مقصد ملزم کے فعل کی حمایت یا ملزم کی جان بچانا ہرگز نہ تھا اور ہم منافرت اور دہشت گردی سے ہمیشہ کے لئے ملک کو نجات دلانا چاہتے تھے"۔ نیز انہوں نے یہ بھی کہا" کہ حکومت تھوڑی سی جلد بازی نہ دکھاتی تو ہم نے فریقین کو مذاکرات اور حتمی مستقل حل پر آمادہ کیا تھا اس فیصلے سے قبل ہم نے صدر پاکستان سمیت اعلیٰ حکام کو درخواست کی کہ پھانسی اگر دو ماہ کے لئے روکی جائے تو مصالحت ممکن ہے۔ مگر افسوس کہ حکومت نے ایسا کرنے سے انکار کیا"۔

CamScanner

غازی بنام قائدین سپاہ صحابہؓ

اسی دوران جب روابط مذاکرات اور کوششیں جاری تھیں۔ شیخ حق نواز نے جرنیل سپاہ صحابہؓ مولانا اعظم طارق کے نام جیل کے پھانسی وارڈ سے خط لکھا خط کیا تھا دل ہلانے والی تحریر تھی جو عشق رسولؐ وحب صحابہؓ میں ڈوب کر لکھی گئی تھی۔ غازی شیخ حق نواز لکھتے ہیں کہ "میں نے شاتم رسولؐ کو قتل کر کے خود ہی اپنے لئے غازی علم الدینؒ کی طرح شہادت کو پسند کیا ہے............ میں یہ تو بخوشی قبول کرلوں گا کہ میرے گلے میں اس جرم کی سزا کے طور پر پھانسی کا پھندہ پڑے........... مگر میں یہ ہرگز برداشت نہیں کروں گا کہ سپاہ صحابہؓ میری جان بچانے کیلئے اپنے مشن پر سودے بازی کرے............ اگر چہ میری شہادت سے حالات بگڑیں گے............. کارکنوں اور میرے چاہنے والوں کے غم واندوہ سے بھی میں ناواقف نہیں ہوں............ مگر ایسے حال میں مرنا میرے لئے جینے سے زیادہ بہتر ہے کہ میری جان کیلئے سپاہ صحابہؓ اپنا نعرہ............ اور عظیم مشن وموقف تبدیل کرے............ اسی مشن کی خاطر تو مجھ جیسے کئی نوجوان جان نثار کر چکے ہیں............ میں اپنی ذاتی فعل کی وجہ سے ایک بہت بڑی جماعت کو داؤ پر نہیں لگا سکتا۔ کئی سو کی تعداد میں جیل کی کال کوٹھڑیوں میں اب بھی موت وحیات کے آخری فیصلوں کے منتظر ہیں............ مجھے ایک نہیں سو بار پھانسی قبول ہے مگر مشن پر سودے بازی ہرگز قبول نہیں۔ اس لئے نہ تو میری پھانسی

کے بعد کسی قسم کی بدامنی کا مظاہرہ کرنا.......... نہ ہی مجھے بچانے کیلئے کسی دشمن یا حکومت کے آگے بھیک مانگنا.......... مجھے اللہ کی ذات پر یقین کامل ہے کہ جو رات قبر میں آنی ہے وہ دنیا میں نہیں آسکتی اور جو جیل میں لکھی گئی ہے وہ باہر نہیں آسکتی"۔

اس جراتمندانہ' عزیمت اور استقامت سے لبریز خط نے نہ صرف سپاہ صحابہؓ کے کارکنوں اور قیادت کو حوصلہ دیا بلکہ پوری دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا.......... استقامت.......... عزیمت.......... مشن سے محبت.......... اخلاص.......... مؤقف میں سختی.......... اور وہ بھی ایسے نازک موقع پر جب ایک طرف پھانسی کا پھندا لٹک رہا ہو اور دوسری طرف.......... زندگی.......... دولت اور آسائشوں کے ہزاروں مواقع منتظر ہوں.......... حق کی خاطر زندگی اور موت میں سے ایک کے انتخاب کے وقت موت کے انتخاب کو ترجیح دینا.......... غازی شیخ حق نواز کی شکل میں قرون اولیٰ کے کسی فرد کا گمان ہوتا تھا۔

اس خط سے یہ وضاحت بھی ہوگئی کہ.......... صلح کی کوششیں.......... جاں بخشی کی اپیلیں.......... احتجاج اور ہڑتال کی دھمکیاں.......... غازی شیخ حق نواز کا نہیں سپاہ صحابہؓ کا مؤقف تھا جسے اس کی تائید تک حاصل نہ تھی.......... سپاہ صحابہؓ جو کچھ کر رہی تھی صرف اور صرف ملک کے امن اور استحکام وسلامتی کو ملحوظ رکھ کر کر رہی تھی.......... اور ایک مظلوم جان نثار کی جان بخشی کے لئے کر رہی ہے.......... مؤقف پر سودے بازی کا' امکان تھا.......... نہ گنجائش.......... بات اگر کچھ تھی تو صرف "پاکستان" کے امن کی اور مذہبی منافرت کے مکمل خاتمے کیلئے حکومت کو سنجیدہ اقدامات اور دیرپا حل کی طرف توجہ دلانے کی تھی جس کی خاطر سپاہ صحابہؓ آخروقت تک جدوجہد کرتی رہی۔

آخری ملاقات

27 فروری 2000 کو جھنگ سے چالیس افراد کا قافلہ میانوالی کی طرف رواں دواں ہے۔ قافلے میں نوجوانوں اور خواتین کے علاوہ، معمر افراد اور نوعمر بچے بھی شامل ہیں عموماً اس طرح کے قافلے جب جارہے ہوں تو چہل پہل، رونق شور شرابہ اور کچھ نہیں تو بچوں میں لڑائی ضرور ہوا کرتی ہے۔ لیکن اس قافلے کی عجیب سی صورتحال ہے کوئی مغموم سا، کبھی کبھی عورتوں کی دھیمے سے انداز میں رونے کی آواز آتی ہے۔ اور پھر خاموشی چھانے لگتی ہے .... عورتوں کی آواز آنے پر ایک معمر خاتون جس کے چہرے پر غم اور خوشی کے ملے جلے تاثرات ہیں کبھی ڈانٹ کر اور کبھی سمجھانے کے انداز میں چپ رہنے کا کہتی ہے۔

اب ایسا لگتا ہے جیسے یہ کوئی بارات جارہی ہو لیکن یہ کیسی بارات ہے جس میں ڈھول ڈھمکا اور شور شرابہ تک نہیں۔ یہ بارات ہرگز نہیں ہوسکتی تو پھر یہ کون لوگ ہیں یہ اپنے گھر بار سے نکال دیئے گئے ہیں؟ جو پرائے دیس سدھارنے جارہے ہیں یہ بات بھی نہیں .... اس لئے کہ ان کے پاس کوئی ساز و سامان اور گھریلو اشیاء بھی نہیں پھر یہ کون ہیں؟ .... اچانک گاڑی میانوالی شہر میں داخل ہوگئی اور ایک سڑک پر محوسفر ہوئی .... تھوڑا سا آگے جا کر سڑک کے کنارے ایک بورڈ لگا تھا جس پر تحریر تھا جیل روڈ .... آگے چل کر گاڑی میانوالی کے تاریخی جیل کے باہر رک گئی۔

یہ شیخ غازی حق نواز کے رشتہ دار اور گھر والے تھے جنہیں کل میانوالی کی تاریخی جیل میں پھانسی ہونے والی ہے- یہ آخری ملاقات کرنے جارہے ہیں- اتنے میں جیل کا دروازہ کھلا اور کاغذی کاروائی شروع ہوگئی .... مگر یہ کیا جیل کا داروغہ، سپاہی، عملہ اور افسران حتی کہ خواتین پولیس بھی رو رہی ہیں .... اور آنے والے قافلے کا پُرنم آنکھوں سے استقبال کر رہی ہیں- قافلے میں شریک معمر خاتون جو غازی شیخ حق نواز کی والدہ تھیں- خاتون پولیس کو ڈانٹنے لگی کہ آخر تمہیں کیا ہوگیا ہے کیوں رو رہی ہو؟ اس نے کہا کہ کل آپ کا بیٹا ہی نہیں ہمارا مربی اور قیدیوں کا مسیحا تختہ دار پر لٹکایا جائے گا بھلا میں کیوں نہ روؤں کہ جس شخص نے ناموس رسالتؐ کے لئے اتنی بڑی قربانی دی کیا اسکے ساتھ یہ سلوک ہونا چاہیے؟-

غازی شیخ حق نواز کی والدہ کے جذبات دیدنی تھے جبکہ اس کی بڑی بہن، اور بھائی اصغر علی معاویہ بھی پرسکون نظر آرہے تھے .... ماں آخر ماں ہوا کرتی ہے کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ .... جوان بچے سے محبت نہ ہو؟ آخر اس کے پہلو میں بھی ایک ماں کا دل تھا- جونہی پھانسی سیل کا دروازہ کھلا اور والدہ کو بیٹے کے سیل کی طرف لے جایا گیا تو جیل کے قیدی، عملہ اور افسران تک دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے .... لیکن کتنا عجیب منظر تھا کہ غازی شیخ حق نواز اور اس کی والدہ بالکل نہ روئے .... نہ اس کی بہنیں روئیں اور نہ بھائی رویا .... کتنا ضبط، کتنا صبر اور کتنا حوصلہ عطا کیا ہے اللہ نے ان لوگوں کو! اس نازک موقع پر بھی آنسو نہیں بہاتے-

ایک دوسرے کے قریب پہنچے تو ماں نے اپنے پیارے بیٹے کو گلے لگانا چاہا .... معذور باپ نے لرزتے ہاتھوں بیٹے کو پیار کرنا چاہا .... مگر جیل کی آہنی سلاخیں آڑے آ گئیں- ماں بیٹے کو گلے نہ لگا سکی البتہ اس کی باتیں سنتی رہی .... ایک طرف پھانسی کا پھندہ لٹک رہا تھا دوسری طرف غازی شیخ حق نواز مسکرا رہا تھا .... وہ باپ کے قدموں میں گرا .... اور گڑگڑا کر معافی مانگنے لگا .... ابو جان میں آپ کا جوان بیٹا تھا .... مگر آپ کی خدمت نہ کر سکا .... مجھ سے راضی ہونا .... باپ نے پدری شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا- بیٹا تو ہم سب کی اُخروی کامیابی کا ذریعہ بنے گا- کیا ہوا اگر دنیا میں کام نہ آیا کل قیامت کے دن ہم تم پر فخر کریں گے- اپنے خاندان والوں کو جو باری باری چھ چھ کی ٹولیوں میں اس سے ملتے وصیتیں کرتا رہا .... اپنے بیٹوں کو حافظ قرآن بناؤ، عالم بناؤ، اعلیٰ تعلیم دلا کر اعلیٰ عہدوں پر بھیجو تاکہ دین اور قوم کی خدمت کر سکیں بالخصوص نوجوانوں کو فوج میں بھرتی کراؤ تاکہ ملک کا تحفظ کر سکیں .... وہ ایک ایسے ملک کے تحفظ کی وصیت کر رہا تھا جس کی عدلیہ نے اسے شاتم رسولؐ کے قتل پر سزائے موت سنا رکھی تھی .... وہ ایک ایسے ملک میں امن کے قیام کی وصیت کر رہا تھا جس ملک نے اسے تڑپتی لاشوں، مصائب و آلام کی گھاٹیوں اور تنگ و تار کوٹھریوں کے علاوہ کچھ نہ دیا تھا-

اس نے رونا بالکل نہ سیکھا تھا وہ تو دین کی خاطر جی رہا تھا اب دین پر ہی مرنے کا مقام آیا ہے تو وہ بخوشی اس عارضی موت کو قبول کرنے کے لئے

تیار تھا- وہ جانتا تھا کہ اگر عزت ہے تو صرف اور صرف اللہ سے محبت، رسول کی اطاعت اور صحابہؓ کی عقیدت میں ہے- دنیاوی عز و شرف، عہدہ اور مناصب اس کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے تھے- وہ وصیتیں کرتا جا رہا تھا .... میرے مرنے پر رونا نہیں ماتم نہیں کرنا یہ شیعوں کا شعار ہے- میں شہید ہو رہا ہوں مجھے مردہ مت سمجھ کر ماتم نہ کرنا- بڑا دلدوز منظر تھا- بہت عجیب حالت تھی- اس وقت .... یوں لگ رہا تھا جیسے پورا میانوالی ہی نہیں پورا ملک رو رہا ہے اور لوگ جس کے لئے رو رہے ہیں وہ نہ صرف خود مسکرا رہا تھا .... بلکہ دوسروں کو بھی خوش رہنے اور آنسو نہ بہانے کی تلقین کر رہا تھا-

چھ چھ افراد کی ٹولیوں نے باری باری ملاقات کی .... جاتے وقت ملاقاتی ایک عجیب کیفیت میں مبتلا تھے مگر واپسی پر سکون و طمانیت چہروں سے ٹپک رہی تھی- وقت ملاقات ختم ہونے پر قافلہ واپس روانہ ہوا .... اور غازی شیخ حق نواز جو ظلم و تشدد، مصائب و آلام، اور جبر و ستم کے مقابل عزیمت کا سفیر تھا کوٹھڑی میں اپنے معمولات میں مصروف ہوا- اسے گویا کوئی پرواہ ہی نہ تھی-

انوکھی شہادت .... نئی ابتلاء

28 فروری 2001 کو بدھ کا دن ہے۔ پنجاب کے تاریخی شہر میانوالی میں ہر طرف پولیس اور قانون نافذ کرنے والے اداروں کے اہلکار چوکس کھڑے ہیں۔ شہر کی ناکہ بندی ہو چکی ہے۔ سڑکوں پر کرفیو کا سماں ہے............ گلیاں ویران .... سڑکیں سنسان .... لوگ پریشان ہیں .... ہر طرف سراسیمگی پھیلی ہوئی ہے .... میانوالی کی تاریخی جیل کو پولیس نے یوں گھیر رکھا ہے جیسے جیل اُڑ کر جانے کے لئے تیار ہو اور یہ لوگ اس کو روکنے کی کوشش کر رہے ہوں۔ پولیس اہلکاروں کے چہروں سے تھکاوٹ اور مسلسل ڈیوٹی کی وجہ سے اکتاہٹ عیاں ہے .... مگر اپنے بال بچوں کے پیٹ کی خاطر نوکری کرنے والے مجبوراً ڈیوٹی پر بظاہر چوکس کھڑے ہیں۔ جیل کے اندر قیدیوں کی کیفیت بھی آج دیدنی ہے .... ہر کوئی ہاتھ اٹھائے دعا میں مصروف ہے۔ پرانے اور نئے قیدیوں میں چہ مگوئیاں ہو رہی ہیں۔ عالمی میڈیا کی نظریں اس جیل پر لگی ہوئی ہیں .... ملک بھر کی حالت بھی میانوالی سے مختلف نہیں .... پولیس ہر شہر میں الرٹ ہے .... جگہ جگہ ناکہ بندیاں .... چیکنگ اور عوام کو تنگ کرنے کا سلسلہ جاری ہے۔ کرپٹ اور رشوت خور پولیس اہلکاروں کی چاندی ہوئی ہے کہ معمولی بہانے بنا کر غریب اور سادہ لوح عوام سے خوب مال سمیٹا جا رہا ہے .... پولیس کو خدا کا خوف ہے نہ

حاکموں سے کوئی خطرہ.........ملک بھر میں ہنگامی حالت کا نفاذ ہے.........
سرکار اپنی ضد پر قائم ہے.........کہ کروڑوں کا نقصان ہو.........ملک کا امن
تہہ و بالا ہو یا قیمتی اور بے گناہ جانوں کا ضیاع، ہم نے ہر حال میں عالمی
سامراج کے اشاروں پر آج ناموس رسالتؐ کے محافظ کو تختہ دار پر لٹکا کر دم لینا
ہے۔

جیل کے قیدی رات بھر جاگتے رہے.........کوئی دعاؤں میں مصروف
ہے کوئی ذکر و اذکار میں کوئی قرآن کی تلاوت کر رہا ہے......... خوف
اور پریشانی کی وجہ سے نیند سب سے کوسوں دور ہے.........کوئی یونہی لیٹے
کروٹیں بدل رہا ہے مگر ایک لمحے کے لئے بھی مجال ہے کسی کی آنکھ لگے
....
ایسے میں پھانسی وارڈ کے کمرہ نمبر 10 میں ایک قیدی عشاء کی نماز کے بعد
تلاوت واذکار کے معمول سے فارغ ہو کر گہری نیند سویا ہوا ہے.........ڈیوٹی
پر موجود اہلکار کوٹھی کے باہر چوکس کھڑے تھے کہ انہیں خراٹوں کی آواز آئی پلٹ
کر دیکھا تو جس قیدی کی حفاظت اور اس پر نظر رکھنے کے لئے انہیں چوکس کیا گیا
ہے وہ خراٹے بھرنے میں مصروف ہے.........دنیا و مافیہا سے بے خبر یوں سویا
ہوا ہے جیسے اردگرد کے ماحول سے اسے کوئی سروکار نہ ہو.........اس صورتحال
نے ایک لمحے کے لئے پولیس اہلکار کو حیرانگی کے سمندر میں غوطہ دیا......... وہ
سوچنے لگا کہ جس شخص کو اس بات کا یقینی علم ہو کہ کل اس نے اس جہاں فانی سے
کوچ کرنا ہے اسے اتنی گہری نیند کیسے آ سکتی ہے؟.........اسے تو رات بھر
جاگتے روتے اور پیٹتے رہنا چاہیے......... پولیس والے نے سوچا.........

لیکن.......... لیکن یہ تو گہری نیند میں ڈوبا ہوا ہے.......... ایسی پرسکون نیند جو محلوں میں رہنے اور مخملوں میں سونے والوں کو بھی نصیب نہیں ہوا کرتی.......... کچھ عرصہ قبل جب اس اہلکار کی ڈیوٹی ایک بہت بڑے حکومتی شخصیت کے گھر پر تھی اس نے دیکھا تھا کہ اس کوٹھی کا مالک جس کے دربانوں کی تعداد درجنوں میں ہے۔ جس کے ایک اشارے پر کئی نوکر واری جانے کیلئے تیار ہیں..........اور جس کی جائیداد.......... ہاں وہ جائیداد جس کی صحیح قیمت کا شاید اسے خود بھی علم نہ ہو.......... اتنی بڑی جائیداد کا مالک جب رات کو خوابگاہ میں جاتا تو نیند کی کئی گولیاں کھائے بغیر اس کی آنکھ نہ لگتی .... لیکن یہ کیا.......... یہ تو ایک غریب آدمی ہے.......... پھر جیل میں ہے۔ صرف جیل میں نہیں سزائے موت کا قیدی ہونے کے ساتھ ساتھ .... کل صبح اس کو پھانسی کے تختہ پر لٹکنا ہے .... لیکن پھر بھی یہ اتنے سکون سے سویا ہوا ہے ....ان خیالات نے پولیس اہلکار کو گہری سوچ میں مبتلا کر دیا..........اور انہی سوچوں میں گم اپنی ڈیوٹی ختم ہونے کا انتظار کرنے لگا .... کاش اس بیچارے اہلکار کو پتہ ہوتا کہ جو سکون ایک مسلمان .... ایک غیرت مند مسلمان کو اللہ کی رضا کے حصول سے حاصل ہوتا ہے وہ دنیا کے کسی مال و متاع سے نہیں خریدا جا سکتا..........اسے کیا معلوم تھا کہ اس "قیدی" کی پرسکون نیند کا راز کیا ہے؟۔

اس کو کیا خبر تھی کہ یہ وہ مرد جری ہے جس نے اپنی جان کا سودا مولائے کائنات اللہ تعالیٰ سے کر رکھا ہے تھا..........اس کے بدلے وہ اس ابدی نعمت

کا طالب ہے جس کا مولائے کائنات نے جنت الفردوس کا پرکشش نام رکھا ہے
..........ایسی جنت جس میں ہرے بھرے باغات ہوں گے .... ہر طرح
کی نعمتیں ہوں گی ....سکون ہوگا ....اور اس سے بڑھ کر ....اس
قیدی کو اپنے آقا سے ملاقات نصیب ہونے کا یقین تھا .... وہ چاہتا تھا کہ
کس طرح میری ملاقات آقائے نامدار تاجدار ختم المرسلینؐ سے ہو اور وہ انکی
خدمت میں عرض کرے کہ "آقا میں ایک غریب گھرانے کا نوجوان تھا..........
مجھے دنیا کی ہر شے سے زیادہ آپ کی ذات سے محبت تھی ....اور اس محبت کا
تقاضا تھا کہ میں اپنی جان پر کھیل کر آپ کی حرمت اور ناموس کا تحفظ کروں
..........سو میں نے وہی کیا..........آقا میرے پلے کچھ نہیں .... میں چلہ
کشی نہیں کر سکا .... میں کئی کئی روز روزے رکھنے کی سعادت حاصل نہیں کر
سکا .... نہ میرے پاس کوئی مال و متاع تھی کہ میں اسے اللہ کی راہ میں خرچ
کر کے اس کی رضا حاصل کر لیتا..........آقا..........میرے آقا میں حج کر سکا
نہ عمرہ .... نہ مکتب و مدرسہ میں داخلہ لے کر علوم دینی سے آگاہی حاصل
کر سکا..........نہ خانقاہ کا راستہ دیکھا کہ کہیں پیر و مرشد کی خدمت میں تزکیہ نفس
کر سکوں .... مجھے مصلحت کشی .... چنیں و چناں .... غرور و تکبر
.... اور ظلم و جبر سے نفرت تھی .... سخت نفرت .... اسی وجہ سے
میں نے تمام مصلحتیں بالائے طاق رکھتے ہوئے وہ قدم اٹھایا کہ وقت کے
حکمرانوں، ظالم، جابر آقاؤں اور کئی مصلحت پسند مصلحوں نے اسے سخت ناپسند
کیا..........لیکن مجھے کیا فکر تھی ان کی رضا یا خوشنودی کی .... میں تو خالق

کائنات کی خوشنودی چاہتا تھا جو یقیناً اپنے محبوب کے دشمنوں کے وجود کو برداشت نہیں کرسکتا .... آقا آج میں آپ کے قدموں میں یہی ایک متاع لیکر آیا ہوں کہ میں نے ایک ایسے شاتم کی کھوپڑی کے پرخچے اڑائے جو اس دھرتی کے سادہ لوح مسلمانوں کے دلوں سے آپ ﷺ کی محبت نکال دینے کا خواب دیکھ رہا تھا .... آقا بس یہی مجھ فقیر، نادار، ناتواں، کی متاع ہے،

بس یہی کچھ ہے ساقی متاع فقیر

اسی سے فقیری میں ہوں میں امیر

پھر قیدی کو یقین تھا کہ آقائے نامدار ﷺ کی محفل میں سے حضرت صدیق اکبرؓ اٹھیں گے اور سفارش کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتلائیں گے کہ کس طرح انہوں نے اپنے دور خلافت میں ختم نبوت ﷺ کے تحفظ کے لئے مسیلمہ کذاب جیسے ناپاک ملعون کے خلاف جہاد کیا .... وہ منظر اس قیدی کے خیالوں میں گھوم رہا تھا کہ جب آقائے نامدار ﷺ کی موجودگی میں صدیق اکبرؓ کے حکم پر اسلام کے نامور جرنیل سیف اللہ جرار حضرت خالدؓ بن ولید مجمعے کو مسیلمہ کذاب کے فتنے کو فرو کرنے کی کہانی سنا سنا کر داد لیں گے .... قیدی کا دل یہ سوچ کر دھڑ کنے لگتا .... اور جذبات میں ایک لمحے کے لئے تناؤ پیدا ہوتا کہ حضرت خالدؓ بن ولید کے بعد شاتمان رسول ﷺ کے قاتل اپنی اپنی کہانیاں سنائیں گے .... اور پھر آقائے نامدار حکم دیں گے کہ نوجوان تم تو چودہ صدیوں بعد ایک شاتم رسول کو قتل کر کے آئے ہو .... جب میری پیشنگوئی کے مطابق حکمران ایک سے بڑھ کر ایک ظالم ہے .... ذرا اپنی داستان سنا .... تو ایسے میں لرزتی زبان

.........دھڑکتے دل ....اور کانپتے جسم کے ساتھ اسے کھڑے ہو کر شاتم رسولؐ کے قتل، گرفتاری، قید............اور پھر سولی پر لٹکنے کی کہانی سنانی ہوگی۔

ادھر پولیس اہلکار محو حیرت تھا اُدھر شیخ حق نواز محو خواب تھا وہ خوابوں میں اس واقعہ کی تفصیلات تیار کرنے میں مصروف تھا جس کی تعبیر کل پھانسی پر لٹکنے کے بعد اس کی آنکھوں کے سامنے آنی تھی .... بھلا جس شخص کو آقائے نامدار محبوب خداؐ جیسی مشفق عظیم اور سراپا حسن و رحمت ہستی سے ملاقات کا یقین ہو............اسے پھانسی کے پھندے پر لٹکنے کا کیا غم اور کیسی تکلیف.......... دنیا نے دیکھا کہ حضرت یوسفؑ کے حسن میں محو ہو کر مصر کی عورتوں نے جیتے جی پورے کے پورے ہاتھ کاٹ دیئے مگر خبر تک نہ ہوئی .... پھر یہ تو آقائے نامدارؐ خاتم المعصومین سے ملاقات کرنے جا رہا تھا...........اسے کیا غم اور فکر کہ پھانسی پر اسے سیدھا کھڑا کیا جائے گا یا اُلٹا..........صبح کھڑا کیا جائے گا یا شام کو ....

رات کے آخری پہر قیدی اٹھا اور وضو کر کے تہجد کی نماز پڑھی .... یوں تو تہجد اس کا معمول تھا لیکن آج اُسے ایک عجیب سرور محسوس ہو رہا تھا ایک عجیب سکون اور اطمینان تھا جو اس کو گھیرے ہوئے تھا .... بڑے سکون اطمینان اور خشوع و خضوع سے تہجد کی نماز سے فارغ ہو کر تلاوت قرآن اور ذکر واذکار میں مصروف ہوا........... یہاں تک کہ فجر کی نماز کا وقت ہوا........... قیدی نے اسی اطمینان، سکون اور خشوع و خضوع سے فجر کی نماز پڑھی .... فجر کے بعد وہ اشراق تک درود و وظائف اور تلاوت میں مصروف رہا یہ اسکے دس

سالہ قید کے معمولات میں سے تھا .... لیکن آج .... اسے یقین تھا کہ اشراق نہ پڑھ سکے گا .... بلکہ اس سے قبل اُسے دار پر کھینچا جائے گا .... یہی وجہ تھی کہ آج انہماک سے تلاوت میں مصروف تھا .... اتنے میں کوٹھڑی کا درواز کھلا اور وہ گھڑی آن پہنچی جب اسے سوئے دار لے جانے کے لئے داروغہ جیل اور مجسٹریٹ حاضر ہوئے اس نے اطمینان سے غسل کیا .... اور پھانسی کا مخصوص لباس زیب تن کیا پھر اس کے ہاتھ پیچھے کمر پر باندھ دیئے گئے .... کتنے لوگ پھانسی دیئے جاتے ہیں .... کسی کو خبر تک نہیں ہوتی .... نہ سیکورٹی میں اضافہ کیا جاتا ہے نہ ایمرجنسی کا نفاذ ہوتا ہے اور نہ ہی کرفیو کا سماں .... اخباروں میں کہیں ایک کالمی سرخی لگتی ہے کہ آج فلاں جیل میں ایک قیدی کو پھانسی دے دی گئی جس کا جرم یہ تھا کہ اس نے اپنے باپ کے قاتل یا زمین پر ناجائز قبضہ کرنے والے کو قتل کیا تھا .... لیکن آج جس قیدی کو پھانسی دی جارہی تھی وہ منفرد اور نمایاں حیثیت کا حامل تھا .... پوری دنیا کا میڈیا .... اور ملکی اخبارات کے نمائندوں کی نظریں جیل پر لگی ہوئی تھیں .... آج سے ستر سال قبل میانوانی جیل میں یہ سماں اس وقت دیکھا گیا تھا جب غازی علم الدین کو پھانسی دی جارہی تھی .... لیکن تب مسلمان محکوم تھے .... غیر مسلم انگریز حکمران تھے .... مگر آج .... مسلمان کہنے کو تو آزاد ہیں .... حاکم ہیں .... مگر .... افسوس آج بھی اس دھرتی پر ناموس رسالتؐ اور ناموس صحابہؓ کے تحفظ کا کوئی قانون نہیں .... ناموس رسالت کا قانون موجود ہے .... یہ قانون اس وقت حرکت میں

نہیں آتا جب کوئی نام نہاد مسلم دانشور آپ ﷺ کی ختم نبوت پر حملہ آور ہوتا ہے
..........رہی بات توہین صحابہؓ کی ....اسکا تو خدا ہی حافظ ہے گلی کوچوں میں
صبح و شام اصحاب ثلاثہ خلفائے راشدینؓ کی خلافت کا علی الاعلان انکار کیا جانا یہاں
کا معمول ہے.......... پھر ایک مہینہ ایسا بھی آتا ہے کہ جب یہاں کی گلیاں سڑکیں
..........اور بازار غمِ حسین کے نام سے اصحاب رسول کی مظلوم جماعت پر تبرا سے گونج
اٹھتے ہیں..........نام نہاد ذاکر اور مقررین تقیہ کے غلیظ غلاف میں لپٹے اصحاب رسول ﷺ
کی توہین .... بلکہ تکفیر کے مرتکب ہوتے ہیں .... انتظامیہ ان کے تحفظ
میں مصروف ہوتی ہے..........قانون ان کے تحفظ کیلئے حرکت میں آتا ہے..........
اس کے خلاف احتجاج کرنے والوں کو "پس دیوار زندان" دھکیل دیا جاتا ہے..........
کہ اس آزاد مملکت میں "تنگ نظر" لوگوں کا وجود..........ناقابل برداشت ہے۔
غازی علم الدین اور غازی حق نواز دنوں کا مشن ایک تھا .... دونوں کا
کارنامہ ایک تھا .... دونوں حرمت رسول ﷺ کے محافظ تھے .... دونوں
سزائے موت کے حقدار ٹھہرے .... دونوں میانوالی جیل میں پھانسی پر
لٹکائے گئے بلکہ حق نواز بھی اسی کوٹھی میں بند تھا جس میں غازی علم الدین شہیدؒ
کبھی قید تھے .... غازی حق نواز نے بھی وہی پھندا پسند کیا جو غازی علم
الدین کی پھانسی میں استعمال ہوا تھا..........غازی علم الدینؒ نے بھی پھندے کو
چوم کر گلے لگایا تھا..........غازی حق نواز نے بھی پھندے کو چوم کر بوسہ دیا
..........غازی علم الدین بھی سکون اور اطمینان سے بقائمی ہوش و حواس اور خوشی
سے تختہ دار تک پہنچے.......... غازی حق نواز بھی بڑی شان و شوکت اور

خوشی سے تختہ دار تک پہنچے .... غازی علم الدین نے بھی اللہ کی کبریائی کے نعرے بلند کئے .... غازی حق نواز .... نے بھی اللہ اکبر کی صدا بلند کی .... اس وقت بھی جیل کے تمام قیدی یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آنسو بہاتے ہوئے نعروں کا جواب دینے کے لئے موجود تھے .... آج بھی قیدیوں کی یہی کیفیت تھی .... غازی علم الدین نے بھی رسالتؐ کا نعرہ لگا کر ختم نبوت اور آقائے نامدارؐ سے محبت کا اعلان آخری لمحوں میں بھی کیا تھا .... غازی حق نواز نے بھی نعرہ رسالتؐ لگا کر خاتم الانبیاءؐ سے ابدی محبت کا اعلان کیا .... غازی علم الدین نے بھی شاتمین رسولؐ کے خلاف نعرے لگائے تھے .... غازی حق نواز نے بھی کافر کافر شیعہ کافر .... شاتم رسول خمینی ملعون .... اور گنجی ملعون کے خلاف نعرے لگائے .... غازی علم الدین نے بھی اسلام اور مسلمانوں کے حق میں نعرہ لگایا تھا .... غازی حق نواز نے بھی نعرہ نعرہ سنی جیئے جیئے سنی کا محبوب نعرہ بلند کیا۔

نعرے بلند کرتے ہوئے غازی مجسٹریٹ اور داروغہ جیل کی معیت میں بڑی نرالی شان سے چل کر اس مقام پر پہنچا جہاں پہنچنے کی آرزو کئی سالوں سے اس کے دل میں مچل رہی تھی .... جیل حکام .... پولیس اہلکار اور سینکڑوں قیدیوں کی نظریں غازی حق نواز پر لگی ہوئی تھیں .... سب اپنے اپنے مقام پر محو حیرت بُت بنے کھڑے تھے .... تختہ دار پر پہنچ کر غازی حق نواز رُکے .... اور بڑے سکون سے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا "لوگو گواہ رہنا کہ میں اپنی جائیداد، ذاتی دشمنی یا مال کے لئے نہیں حرمت رسولؐ کے لئے پھانسی

پر چڑھایا جا رہا ہوں .... آنکھوں پر سیاہ پٹی باندھنے کے لئے جلاد آگے بڑھا ہی تھا کہ شیخ حق نواز کی ایمانی غیرت نے جوش مارا زندگی بھر کالے لباس سے نفرت کرنے والا .... بھلا کیسے کالا لباس مرتے وقت پہن سکتا تھا .... وہ پکار اٹھا کہ سیاہ لباس دنیا میں فرعون اور آخرت میں جہنمیوں کا لباس ہے .... اس کے انکار پر سیاہ لباس پہنانے کا حکم مجسٹریٹ کو واپس لینا پڑا .... زندگی بھر وہ جس شہادت کی موت کی خاطر تڑپتا رہا جب وقت آیا تو وہ اس کے سامنے آنکھیں کیسے بند کر سکتا تھا چنانچہ اس نے شہادت کے شوق میں تڑپ کر کہا میری آنکھوں پر پٹی نہ باندھی جائے میں اپنی موت کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتا ہوں۔

.... غازی حق نواز نے پھندے کو چوما اور اسے پھندا پہنایا گیا اتنے میں مجسٹریٹ کا ہاتھ فضا میں بلند ہوا اور جلاد نے تختہ کھینچ دیا .... یوں راہِ عشق کا ایک نرالہ راہی اپنی منزل کو پہنچ گیا ....

تاریخ گواہ ہے کہ تحفظ ناموس رسالتؐ کے لئے قربانی دینے والا حق نواز نہ تو پہلا فرد تھا جس نے پھانسی کے پھندے کو قبول کیا .... اور نہ آخری فرد ثابت ہوگا .... اس لئے کہ جب تک شاتمین رسولؐ پیدا ہوتے رہے رہیں گے اس وقت تک ان کو واصل جہنم کرنے والے غازیان اسلام بھی عشق و محبت رسولؐ سے سرشار ہو کر دار و رسن کی سختیاں جھیلنے کے لئے میدان میں اترتے رہیں گے۔ حق نواز کی پھانسی عدالت کا فیصلہ تھا .... اس پر بحث کی گنجائش نہیں .... لیکن اس پر عمل درآمد حکومت کی خواہش تھی .... لیکن

کیا حکمران لمحے بھر کے لئے سوچنا گوارہ کریں گے کہ اس پھانسی سے ملک میں شاتمین رسولؐ اور گستاخان صحابہؓ کے خلاف صدائے احتجاج بلند ہونا بند ہو جائے گی؟............ کیا ناموس رسالتؐ و اصحاب رسولؐ کی عالمگیر تحریک کا خاتمہ حق نواز کے پھانسی کے ساتھ ہو گیا؟............ نہیں ہرگز نہیں .... مسلمان اپنی ہر قیمتی شئے قربان کرسکتا ہے مگر ناموس رسالتؐ اور ناموس صحابہؓ واہلبیتؓ پر حملہ برداشت نہیں کرسکتا............ یہی وجہ ہے کہ آج سپاہ صحابہ کا ہر کارکن ہی نہیں بلکہ ملک کا ہر شہری یہ سوچنے اور سمجھنے پر مجبور ہے کہ غازی حق نواز کی پھانسی پہلی پھانسی نہیں تھی اور نہ آخری پھانسی .... حکومت کو بھی بخوبی اندازہ ہے مگر کہا جاتا ہے کہ حکمران جب تک حکمرانی کے نشے میں چور ہوتے ہیں اس وقت انہیں بہت سی باتیں سمجھ میں نہیں آیا کرتیں .... یہی حال ہمارے حکمرانوں کا ہے......

فَیَا لَلعَجَب

پھانسیوں پر چڑھنے سے خوف نہیں آتا .... نہ حق نواز کی پھانسی پر دکھ ہے............ دُکھ اس بات کا ہے کہ اس ملک میں ناموس رسالت و اصحابؓ رسولؐ واہلبیتؓ کے دشمنوں کو کب تک کھلی چھٹی ہوگی .... کب اُن کے خلاف قانون بنے گا اور حرکت میں آئے گا .... تاکہ یہ قتل و غارت اور بدامنی کا سلسلہ .... خوفناک اور خطرناک سلسلہ رُک جائے .... کاش ہمارے حکمران بھی صاحب بصیرت ہوتے .... کاش اللہ نے انہیں بھی سوچنے سمجھنے اور حالات کا ادراک کر کے حقیقت .... چاہے کتنی کڑوی کیوں نہ ہو تسلیم کرنے کی صلاحیت بخشی ہوتی .... جو ایک لمحے کے لیے یہ سوچ،

جان اور دیکھ لیتے کہ ملک میں بدامنی کی راہ روکنے کا صرف ایک ہی حل ہے .... جی ہاں صرف اور صرف ایک ہی حل .... وہ ہے توہین رسالتؐ کے قانون پر بلاتفریق عمل درآمد جس کے بعد کسی علم الدین .... کسی حق نواز کو خود سے قانون کی خلاف ورزی کرتے ہوئے شاتمین رسولؐ کے خلاف قدم اٹھانا نہ پڑے .... ورنہ نہ معلوم کتنے اور علم الدین، کتنے اور حق نواز پیدا ہوں گے .... اور تختہ دار پر لٹک کر ناموس و حرمت رسولؐ کے تحفظ کی سزا پائیں گے۔

سپاہ صحابہؓ کی تاریخ یوں تو قربانیوں سے بھری ہوئی ہے .... یہاں قدم قدم پر لاشے .... تڑپتے لاشے نظر آتے ہیں .... علماء .... خطباء .... قراء .... حفاظ .... نوجوان .... ڈاکٹر .... طلباء .... اساتذہ کی تڑپتی لاشیں اس مقدس مشن پر اس تحریک کے پرچم تلے گرائی گئیں .... بم دھماکے .... قاتلانہ حملے .... مساجد پر فائرنگ .... یہ تو معمول کی شہادتیں تھیں .... تحریک نے جب زور پکڑا تو اغواء کا سلسلہ شروع ہوا .... چنانچہ لاہور کے رائے مشتاق .... اور ایم۔اکرام صدیقی کا آج تک پتہ نہ چل سکا .... کہ کہاں گئے .... زمین نگل گئی یا آسمان .... سلسلہ اور آگے بڑھا تحریک نے دشمن کے ناک میں دم کر دیا دشمن نے پینترہ بدلا اور بیوروکریسی کا روپ دھار کر قانون کی وردی میں .... جی ہاں قانون کی وردی میں ملبوس جعلی پولیس مقابلوں میں "اصلی ملزموں" کا صفایا شروع ہوا .... اس محفوظ

راستے سے کئی شہادتیں واقع ہوئیں، یہاں تک کہ جیل میں قید کئی کارکنوں کو جیلوں سے نکال کر گولیوں سے بھون ڈالا گیا .... یہ بھی ایک انوکھا طریقہ واردات تھا .... سپاہ صحابہؓ کی اس عظیم تحریک نے قربانیوں کی لازوال داستان رقم کی ہے .... غازی حق نواز کی شہادت نے اس میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا ہے .... وہ ہے پھانسی .... ایسا پہلی بار ہوا ہے کہ کسی کارکن کو پھانسی دی گئی .... یہ پہلی پھانسی ہونے کے ساتھ ساتھ انوکھی شہادت ہے .... لیکن سپاہ صحابہؓ کے کارکن آج بھی یہ عزم دل میں جاگزیں کیئے منزل کی جانب بڑھ رہے ہیں کہ یہ اگرچہ پہلی پھانسی ہے .... مگر آخری ہرگز نہیں .... اگر ناموس رسالتؐ واصحاب رسولؐ واہلبیت رسولؐ کیلئے ہمیں لاکھوں پھانسیاں قبول کرنا پڑیں تو خوشی سے کریں گے لیکن امیر عزیمت کے عظیم مشن اور مقصد سے انحراف کر کے گھروں میں بیٹھ کر بزدلی کا مظاہرہ نہیں کریں گے .... یہ انوکھی شہادت ایک نئی ابتلاء ایک نئے باب کے اضافے کے ساتھ ساتھ کارکنوں میں ایک نئے عزم، حوصلہ ایک نئے ولولے کا سبب بنی ہے۔

ستم کشان بلایوں تو، ہم تھے صدیوں سے
گرفتہ دل ہیں کہ تفہیم ابتلا ہے نئی

ایک امتیازی سلوک

ہماری بدقسمتی رہی ہے کہ ہمیشہ سے ہمارے ملک کے ذرائع ابلاغ پر ایک مخصوص ذہن اور فکر کے حامل گروہ قابض رہا - جو ہر قسم کی واردات کو بالکل مختلف رنگ دے کر قاتل کو مظلوم اور مظلوم کو ظالم بنانے کے فن میں خوب خوب ماہر ہیں- یہ گروہ مغرب، یہود و ہنود اور ایرانی کلچر سے حد درجہ متاثر ہے-حق بات کا لکھنا............ اظہار کرنا.............. اور لوگوں کو حق سے آگاہ کرنا جیسے ان کے فرائض سے بالکل تعلق ہی نہ رکھتا ہو............ بلکہ حق کی مخالفت ان کو ورثے میں ملی ہو-

تاریخ کا طالب علم جانتا ہے کہ برصغیر میں اردو زبان کی ترویج سے قبل یہاں فارسی زبان کا بڑا عمل دخل تھا.............. یہی وجہ تھی کہ فارسی جاننے والے کئی ایرانی دانشور برصغیر آ کر آباد ہوئے ان ایرانیوں نے ادب اور صحافت میں اس قدر محنت کی اور نام کمایا کہ آج تک اس کی مثال پیش نہیں کی جا سکتی.............. شاید یہی وجہ ہے کہ آج بھی ہماری صحافت اور ادبی اصطلاحات بھی ایرانی ادب وصحافت کی مرہون منت ہیں- آج بھی ایرانی حکومت ہمارے ملک کی صحافی برادی میں اثر و رسوخ کی حامل ہے- یہاں تک کہ بعض ایرانی وظیفہ خور صحافیوں ، کالم نویسوں اور ادیبوں نے ایرانی پیسوں کے تعاون سے باقاعدہ تنظیمیں بنا

رکھی ہیں۔

ایران کے یہ وظیفہ خور صحافی، ادیب اور کالم نگار دل کھول کر ایرانی مؤقف کا پرچار کرتے ہیں اور ہر وہ خبر، چاہے جتنی حقیقت کیوں نہ ہو گول کر جاتے ہیں جس کے سامنے آنے سے ایرانی مفادات کو نقصان پہنچنے کا خدشہ ہو۔ صادق گنجی کے قتل سے قبل (جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے) اس کی توہین رسالتؐ پر مبنی کتابچے کی اشاعت، اور اس پر بھرپور احتجاج کو کوئی اہمیت دی گئی نہ ایرانی شیعہ رہنما خمینی کے معلونانہ کفریہ نظریات کے خلاف احتجاج کو خبروں اور تبصروں میں جگہ مل سکی۔

شیخ حق نواز نے صادق گنجی کو کیوں قتل کیا؟ کیا اس کی جائیداد کی لڑائی تھی؟ وہ تو ایک غریب گھرانے کا واحد کفیل تھا .... اس کی جائیداد کا کیا سوال؟ کیا شیخ حق نواز نے صادق گنجی کو ذاتی مفاد یا خاندانی دشمنی کی بنا پر گولی مار کر جہنم رسید کیا؟ نہیں اس لئے کہ ذات اور مفادات تو اس کی ڈکشنری میں نہ پائے جانے والے الفاظ تھے .... پھر ذات کا کیا سوال؟ رہی بات امیر عزیمت کے قتل میں ایرانی سفارت کار کے ملوث ہونے کی .... تو اس کی حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کیونکہ ایرانی سفارتکاروں کے سفارتی فرائض میں شامل ہے کہ شیعہ مخالف لیڈروں اور مسلمانوں کے ابھرتے ہوئے سیاسی و مذہبی رہنماؤں کو قتل کیا جائے۔ پھر کیا وجہ تھی؟

وہ تو اس سخت ترین اقدام پر اس لئے مجبور ہوا تھا کہ صادق گنجی نے مرکز عشق و محبت، آقائے نامدار رحمت دو عالمؐ حضرت سیدنا محمد رحمتہ العالمینؐ کی شان میں بدترین گستاخی کی تھی .... اور ہماری حکومت اس کو گستاخ رسولؐ قرار دے کر سزا دینے کے بجائے اس کو الوداعی پارٹیاں دینے میں مصروف تھی .... روز کسی نہ کسی ہوٹل اور ہال میں ایرانی وظیفہ خور سرکاری ملازموں، سیاست دانوں، نام نہاد مولویوں اور حکومتی وزیروں کی طرف سے اس گستاخ رسولؐ کی خوب خوب مدح سرائی کی جاتی .... بعض نامور دانشور و ادیب تو شان گنجی میں وہ وہ قصیدے اور القاب لکھتے کہ زمانہ جاہلیت کے جاہل شعراء و ادیب بھول جاتے - ایسے موقع پر غازی حق نواز شاتم رسول کو خود ہی انجام تک پہنچانے پر مجبور ہوا -

ہمارے اہل صحافت نے اصل مسئلہ کے ذکر کو ایرانی چہرے سے نقاب کشائی کے خوف سے ہمیشہ دبائے رکھا .... چنانچہ اخبارات میں یہ قتل بھی سنی شیعہ فرقہ واریت کے کھاتے میں ڈالا گیا - اور غازی شیخ حق نواز کو ایک زبردست دہشت گرد بنا کر پیش کیا گیا - وطن عزیز کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ توہین رسالتؐ کی سزا صرف اور صرف موت ہے اگر خمینی کی کتاب کشف اسرار اور اتحاد و یکجہتی پر کسی مسلمان کی نظر پڑ گئی تو وہ ضرور اس توہین رسالتؐ پر سیخ پا ہو گا ایران اور اس کے نام نہاد امام کا کفر سامنے آ جائے گا - جس سے پاک سرزمین

پر شیعہ انقلاب کی ایرانی خواہش کبھی پوری نہ ہو سکے گی۔ یہی وجہ تھی کہ اخبارات و جرائد حکومت پاکستان اور ایران کے زبردست حامی کالم نگاروں نے پورا زور صرف کیا کہ اصل مسئلے سے عوام کی توجہ ہٹا دی جائے۔ یا اس قتل کے خود ساختہ محرکات بیان کئے جائیں۔ یہاں بھی یہی صورتحال تھی کہ شیخ نے کئی دفعہ واضح الفاظ میں کہا کہ میں نے شاتم رسول کو قتل کیا ہے یعنی اس کا واحد جرم شتم نبیؐ تھا جو غازی شیخ حق نواز کے نزدیک ہی نہیں چودہ سو سال کی علمائے حق کے نزدیک بھی واجب القتل ہے۔ صادق گنجی سے متعلق اخباری کالموں اور خبروں سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وظیفہ خور کالم نگاروں نے شاتم رسول کو مبلغ اسلام، سکالر اور اسلامی انقلابی لیڈر کے طور پر پیش کیا ہے۔ جبکہ غازی شیخ حق نواز کو دہشت گرد اور فرقہ پرست بنا کر پیش کیا۔ یہ امتیازی سلوک صرف شیعہ اور ایرانی شاتمان رسولؐ کے ساتھ ہے۔ اس لئے وہ یہی لبادہ اوڑھ کر آئے ہیں۔ اس موقعہ پر بعض مذہبی و دینی جرائد و رسائل کی خاموشی بھی افسوس ناک ہی نہیں بلکہ شرمناک تھی جس سے دشمنان رسول کے حوصلے بلند ہوئے اور انہیں تحفظ ملا۔

عاشق رسول ﷺ کا سفر آخرت

زندگانی تھی تری مہتاب سے تابندہ تر
خوب تر تھا صبح کے تاروں سے بھی تیرا سفر

میانوالی کی تاریخی جیل آج دوسری مرتبہ سخت حفاظتی حصار میں تھی صرف جیل ہی نہیں بلکہ پورا شہر اور پورا صوبہ پنجاب یہاں تک کہ پورا ملک آج سخت پہرے میں تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے ابھی طبل جنگ بجنے والا ہو اور دشمن کی فوج حملہ کر کے ملک پر قبضہ کرنے کیلئے بالکل تیار کھڑی ہو جس کے مقابلے کیلئے تمام سول اور عسکری دفاعی ادارے چوکس ہیں یا پھر ابھی کوئی بڑا جلوس یا ریلا گزرنے والا ہو کہ اس سے نمٹنے کیلئے قانون نافذ کرنے والے ادارے ہر طرح کے اسلحے اور ساز و سامان سے لیس تیار کھڑے ہیں۔ ماضی میں یہ منظر اس وقت دیکھا گیا تھا جب 1929 میں عاشق رسولؐ غازی علم الدین کو اس جیل کے پھانسی گھاٹ میں پھانسی کے تختے پر چڑھا کر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے "زندگی" کی قید سے آزادی دیکر محبوب رب کونینؐ کے پاس ابدی زندگی کا پروانہ دیکر بھیجا گیا تھا۔

آج پھر وہی منظر دیکھنے والوں کو نظارے کی دعوت دے رہا تھا۔ 28 فروری 2001 کی صبح تو عجیب منظر تھا جیل کے باہر پورے شہر میں کرفیو کا سماں تھا، جیل کے احاطے میں کئی کلومیٹر تک پولیس اور قانون نافذ کرنے والے

اداروں نے چوکیاں بنا کر تحت " حفاظتی " حصار باندھا ہوا تھا۔ صبح سویرے سات بجے کے قریب جیل کا دروازہ کھلا اور ایمبولینس میں پڑی ہوئی لاش پولیس کے کڑے پہرے میں باہر لائی گئی' جیل کے باہر چند نوجوان جو اس پھانسی پانے والے کے ورثاء تھے' لاش وصول کرنے کیلئے موجود تھے۔ لاش دیکھتے ہی ایک شخص جذبات کی شدت سے پکار اٹھا' ایسے جذبات اور غم واندوہ کی کیفیت میں بھی اس کی زبان پر آہ وبکا کے الفاظ نہیں بلکہ اللہ کی کبریائی کا نعرہ تھا۔ یہ غازی حق نواز شیخ کا چھوٹا بھائی شیخ محمد اصغر تھا۔ بھائی' بھائی کی لاش سے لپٹا اور جذبات قابو میں نہ رکھ سکا' آنکھوں سے محبت وعقیدت بھرے اشکوں کے پھول پتیوں کی طرح نچھاور ہوئے۔ لاش وصول کر کے اس کو ایمبولینس میں رکھا گیا۔ لاش سپاہ صحابہؓ کے پرچم میں لپیٹ دی گئی۔ بڑا دلدوز اور دلخراش منظر تھا۔ ایسا منظر جب لوگ ہوش وحواس کھو بیٹھتے ہیں۔ شیخ محمد اصغر کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے کہ یکایک اس کے کانوں میں بھائی کی آخری ملاقات پر کی گئی وصیت کے الفاظ گونجے.. "میری لاش پر ماتم مت کرنا' مجھے ہنسی خوشی دنیائے فانی سے رخصت کرنا کیونکہ میں بستر مرگ پر ایڑیاں رگڑ کر یا بیماری کی موت نہیں مر رہا' میں تو حرمت رسالتؐ پر جان نچھاور کر کے رفیق اعلیٰ کی طرف جا رہا ہوں"۔

الفاظ کانوں میں گونجتے ہی محمد اصغر کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلی...ایسی مسکراہٹ جو غم واندوہ سے بھرپور اور محبت وعقیدت میں ڈوبی ہوئی تھی...جس میں اطمینان بھی تھا' سکون بھی اور تسلی بھی۔ ابھی "لاش" پولیس کے کڑے

پہرے میں بکتر بند گاڑیوں اور ہزاروں سپاہیوں کے جلو میں جیل سے چند قدم کا فاصلہ بمشکل طے کر پائی تھی کہ اچانک گلیوں سے نوجوانوں کا ہجوم برآمد ہوا- یہ نوجوان اس لاش کی زیارت کیلئے ...حرمت رسالتؐ کے جانثار کو الوداع کہنے کیلئے رات بھر نہیں سوئے تھے اور اسی انتظار میں تھے کہ کب عاشق رسولؐ کی میت یہاں سے گذرے گی اور ہم ان پر عقیدت کے پھول نچھاور کرینگے اور اس کی زیارت سے آنکھوں کو ٹھنڈک بخشیں گے مگر ظالم پولیس والوں کو اس سے کیا سروکار؟ وہ اس اچانک آ پڑنے والی افتاد سے پریشان ہوئے اور نوجوانوں کے ٹولے کو منتشر کرنے کیلئے بڑی پھرتی سے حرکت میں آئے ...مگر عقیدت مندوں کا مقابلہ کیسے ممکن تھا...نوجوان نعرے بلند کرتے ہوئے ایمبولینس کے آگے لیٹ گئے-

"احتجاج" جب سخت ہوتا گیا تو پولیس مجبور ہوگئی - ایمبولینس کا دروازہ کھول دیا گیا' نوجوانوں کے نعرے فضا میں گونجے- یہ غالباً فتح کا" کاشن" تھا جسے سنتے ہی گلیوں سے سینکڑوں افراد برآمد ہوئے اور عورتیں چھتوں پر پہنچ گئیں' پھولوں کے کئی ٹوکرے خالی ہوئے ...فضا نعرۂ تکبیر...نعرۂ رسالت ...شان صحابہؓ اور کافر کافر شیعہ کافر کے نعروں سے گونج اٹھی محبت وعقیدت کا یہ کھیل کچھ دیر جاری رہا پھر یہ قافلہ اپنی منزل جھنگ کی طرف روانہ ہوا- راستے میں جگہ جگہ ناکوں کے باوجود کئی دفعہ اسی طرح راستہ روکا گیا' پھر بھی جہاں سے گزرتا لوگ عاشق رسولؐ کا دیدار کرنے کیلئے پولیس کی فائرنگ' شیل اور لاٹھی چارج سے بے خوف ہو کر امڈ آتے اور اپنی "پیاس" بجھا کر چلے جاتے- سفر

جاری رہا یہاں تک کہ جھنگ پہنچ گئے-

جھنگ آج میدان جنگ کا سماں پیش کر رہا تھا- پولیس کی ناکامی کے خوف سے فوج بلائی گئی تھی- لوگوں کو کل شام سے ہی گھروں میں محصور رہنے کا حکم دیا گیا تھا اور بار بار اعلان میں کہا گیا تھا کہ روڈ پر نکلنے اور گڑبڑ پھیلانے والوں کی سزا" گولی" ہوگی - جھنگ میں رات سے بجلی آف کر دی گئی تھی اور کرفیو لگا دیا تھا مگر کرفیو تو افراد کی نقل و حرکت پر لگایا جا سکتا ہے... بھلا دلوں میں بھری ہوئی عقیدت اور محبت کے جذبات کبھی کرفیو کے ذریعے روکے جا سکتے ہیں؟ یہی وجہ تھی کہ صبح سویرے سے ہی لوگوں کی کثیر تعداد مرکز سپاہ صحابہؓ میں جمع ہونے لگی تھی- دوسری طرف غازی شیخ حق نواز کے گھر عقیدت مندوں کا ہجوم جمع تھا، گلیاں تنگ پڑ رہی تھیں- ہزاروں افراد شہر کی مختلف مساجد میں منتظر تھے کہ عاشق رسولؐ کا جنازہ لایا جائے گا تو ہم بھی جنازے کو کندھا دیں گے، زیارت کرنے اور نماز جنازے میں شرکت کی سعادت حاصل کرینگے لیکن بجلی نہ ہونے کے سبب لوگوں کو کافی پریشانی ہو رہی تھی-

حیرت اور تعجب کی بات تھی کہ اتنے بڑے ہجوم اور اتنی بڑی تعداد میں لوگوں کی موجودگی کے باوجود کوئی توڑ پھوڑ، کوئی جلاؤ گھیراؤ اور کوئی ایجی ٹیشن نہیں ہو رہی تھی... لوگ تا حال پر امن تھے اور مرکز سپاہ صحابہؓ میں اعلان سننے کے منتظر تھے کہ اچانک شہر کے " کوتوال" بھاری نفری سمیت آ دھمکے جبکہ پولیس کی ایک بہت بڑی تعداد پہلے سے یہاں موجود تھی- " کوتوال" نے آتے ہی پولیس کو اندھا دھند فائرنگ کا حکم دیا... دیکھتے ہی دیکھتے فضا گولیوں کی

تڑتڑاہٹ سے گونجنے لگی ... پرامن لوگ مسجد اور اطراف کی گلیوں کی طرف بھاگے مگر بہادر پولیس گولیاں برسانے میں یوں مصروف رہی جیسے اپنے ملک کی عوام نہیں دشمن کی فوج علاقے میں گھس آئی ہو...فضا میں گولیوں کی آواز کے ساتھ چیخ وپکار اور نعروں کی صدا بلند ہوئی ...مسجد کے مینار' دیواریں اور سپاہ صحابہؓ کے مرکزی سیکرٹریٹ پر کئی گولیاں لگیں جبکہ کئی گولیاں بے گناہ اور پرامن لوگوں کے سینوں میں اتریں- دیکھتے ہی دیکھتے زمین بے گناہوں کے خون سے رنگین ہونے لگی.......... ایک بے گناہ نوجوان شہید ہوا.............اور کئی زخمی ہوئے-

ادھر انتظامیہ نے سرکاری قبرستان میں سرکاری قبر تیار کروا رکھی تھی جبکہ جنازہ کیلئے کالج روڈ کا انتخاب کیا گیا تھا- انتظامیہ کا خیال تھا کہ بندوق کی نوک پر فرض کفایہ ادا کر کے دفنا دیا جائے اور سر سے بوجھ اتار کر معاملے کو بھی ہمیشہ کیلئے نمٹا دیا جائے ...لیکن لاش کے شہر پہنچتے ہی ہزاروں افراد امڈ آئے' ایک طرف کلمۂ شہادت کا ورد' دوسری طرف تکبیر کے نعرے اور تیسری طرف خوشی اور غم کے ملے جلے تاثرات' فضا آہوں اور سسکیوں سے بوجھل ہو رہی تھی اور رونے کی صدائیں سنائی دے رہی تھیں-

سپاہ صحابہؓ کے رہنما شیخ حاکم علی پنجاب کے صدر مولانا احمد لدھیانوی اور دیگر مقامی رہنما انتظامیہ سے مذاکرات میں مصروف تھے- کارکنوں کا اصرار تھا کہ جرنیل سپاہ صحابہؓ مولانا اعظم طارق کو رہا کیا جائے جو نماز جنازہ پڑھائینگے جبکہ انتظامیہ چاہتی تھی کہ معاملہ جلد از جلد نمٹا دیا جائے...

شیخ خالد محمود کے گھر (محلہ کالج روڈ) کے صحن میں عاشق رسولؐ حرمت

رسالتؐ کے جانثار کی میت رکھی ہوئی تھی - لوگ جوق در جوق " زیارت " کرتے اور پھر دوسروں کو موقع دینے کیلئے پیچھے ہٹتے - عجیب منظر تھا... کے معلوم تھا کہ آج سے 31 سال قبل شیخ خالد محمود کے " غریب گھرانے " میں جنم لینے والا بچہ اسقدر شہرت پائے گا کہ اس کے جنازے پر اتنا ہجوم ہوگا... اسکی " موت " پر اتنی آنکھیں اشکبار... اور اسکی جدائی پر اتنے دل مغموم ہونگے - کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ آج سے چند سال پہلے ان گلیوں میں کھیلنے والا " بچہ " عظمت کی اس بلندی پر پہنچے گا... حالانکہ اسی محلہ میں ستر' اسی سال کے بوڑھوں سے لیکر ایک سال اور ایک دن تک کے بچے دنیا سے رخصت ہوئے... جن میں اصحاب ثروت اور جاہ وحشمت والے لوگ بھی تھے مگر کبھی کسی کی موت پر ایسا منظر نہ دیکھا گیا - یہی تو فرق ہے اللہ تعالیٰ سے جنت کے بدلے اپنی جان کا سودا کرنے والوں اور عام لوگوں میں... فرش والوں کا حال تو سب دیکھ رہے تھے لیکن خدا جانے عرش والوں کا کیا حال تھا؟ یقیناً وہاں بھی حرمت رسولؐ کے جانثار کے تذکرے ہونگے اور اس کے استقبال کی تیاریاں ہورہی ہونگی -

انتظامیہ سے مذاکرات کے بعد طے ہوا کہ جنازہ کالج روڈ پر پڑھایا جائے گا - چنانچہ ایک محتاط اندازے کے مطابق ہر طرح کی پابندیوں' رکاوٹوں اور دوسرے ہتھکنڈوں کے باوجود 50 ہزار افراد نے جنازے میں شرکت کی جنازہ پڑھانے کی سعادت قائد پنجاب مولانا احمد لدھیانوی کو حاصل ہوئی - بڑا ہی رقت انگیز منظر تھا... عجیب داستان تھی جو کئی داستانوں کو جنم دے کر اختتام پذیر ہورہی تھی -

شہید کے خوش قسمت والدین اور بھائی کی بھی عجب حالت تھی... والد لوگوں کو رونے سے منع کرتے اور سمجھاتے کہ ہمارے بیٹے کا ماتم نہ کیا جائے اسلئے کہ وہ "شہید" ہے... والدہ عورتوں کو تسلی دیتیں اور بین کرنے سے روکتیں ...بہنیں بھائی کے شہید ہونے پر غم سے نڈھال ہونے کی بجائے اطمینان وسکون سے شکر ادا کرنے میں مصروف تھیں... کسی کے چہرے پر خوف اور غم واندوہ کی کیفیت نظر نہیں آ رہی تھی۔ گھر کا ہر فرد غم سے نڈھال ہونے کے باوجود صبر کی تصویر بنا ہوا تھا کیونکہ یہ عظمت تو نصیب والوں کو ملتی ہے۔

جنازے کا جلوس جب جامعہ محمودیہ گلشن جھنگوی شہیدؒ کی طرف چل دیا تو انتظامیہ نے سرکاری "قبرستان" کی طرف موڑنے کی بڑی کوشش کی جو رائیگاں گئی۔ جلوس فرط عقیدت اور جذبات سے بھرپور نعرے اور کلمہ شہادت کی صدائیں بلند کرتا ہوا گلشن جھنگوی شہیدؒ کی طرف رواں دواں ہوا.......... آج سرزمین جھنگ پر امیر عزیمت مولانا حق نواز شہیدؒ جرنیل اول مولانا ایثار القاسمی شہیدؒ اور شہید ملت علامہ ضیاء الرحمان فاروقی کے جنازوں کی یاد تازہ ہو رہی تھی۔ جلوس پرامن طریقے سے منزل کی طرف رواں دواں تھا۔ گھروں اور سڑک کے آس پاس مکانوں کی چھتوں پر عورتیں اسلام کے اس جیالے کے آخری دیدار کیلئے کھڑی تھیں...اور عاشق رسولؐ کی لاش پر پھول کی پتیاں نچھاور کر رہیں تھیں... آنکھوں سے آنسو رواں تھے... بڑا عجیب منظر تھا۔ عاشق رسولؐ ہزاروں عشاق کے جلو میں آخری آرامگاہ کی طرف رواں دواں تھا۔

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے
محبوب کی گلیوں سے ذرا گھوم کے نکلے

پہنچی وہیں پہ خاک

فرنگی حکومت نے عاشق رسولؐ غازی علم الدین کو پھانسی کے بعد بغیر کفن دفن کے گڑھا کھود کر دفنا دیا تھا' بعد میں مسلمانان ہند کی سرتوڑ کوششوں اور احتجاج کے بعد کئی شرائط منظور کروا کر لاش لاہور لانے اور جنازے کی اجازت دی گئی... جبکہ "اسلامی جمہوریہ پاکستان" کی فوجی حکومت بھی اپنے آقاؤں کا حق نمک بخوبی ادا کر رہی تھی- چنانچہ جھنگ کی مقامی انتظامیہ نے بھرپور کوشش کی کہ جنازہ انکی مرضی کے مطابق ہو جسمیں چند لوگوں کے علاوہ کوئی شرکت نہ کر سکے اور تدفین سرکاری قبرستان میں ہو- حکومتی ذرائع ابلاغ کے کارندے کیمرے لیکر آئے تاکہ فلمیں بنائیں... عورتوں کو روتے پیٹتے دکھایا جائے تاکہ شام کی خبروں میں یہ فلم دکھا کر حکومت' عوام کو یہ باور کرا سکے کہ دہشت گردوں کا کوئی پوچھنے والا نہیں ان کے ساتھ عوام ہیں نہ ان کے گھر والے اور یہ کہ مذہبی جماعتیں ان دہشت گردوں کو اپنے "مقاصد" کیلئے استعمال کرتی ہیں-

لیکن قدرت خدا کی، جس نے ساری تدبیریں الٹ کر رکھ دیں- گولیوں کی برسات مرکز پر حملہ اور جگہ جگہ ناکہ بندی اور کرفیو جیسے اوچھے ہتھکنڈوں کے باوجود لوگوں کا جم غفیر عاشق رسولؐ' جانثار حرمت رسالتؐ کے نماز جنازہ اور جنازے کے جلوس میں شریک ہوا جبکہ ملک بھر سے آئے ہوئے سینکڑوں قافلوں کو جھنگ کی حدود سے باہر ہی روک دیا گیا تھا- خود راقم' قائد طلباء حافظ اقرار احمد عباسی' سمیت کئی افراد پر مشتمل قافلے کو بھی سرگودھا کے قریب روکا گیا اور عاشق رسولؐ کے جنازے میں شرکت کی حسرت دل میں لئے واپس لوٹنا پڑا- انتظامیہ کی آخری وقت تک یہ کوشش رہی کہ تدفین انکی مرضی کے

مطابق سرکاری قبرستان میں ہو مگر یہ کوشش بھی کامیاب نہ ہو سکی۔

چنانچہ جلوس رکاوٹوں کو توڑتا ہوا .... محبوب کی میت کو محبوب کی گلیوں اور سڑکوں سے گھماتا گلشن جھنگوی شہید آ پہنچا۔ جہاں غازی شیخ حق نواز شہید کی وصیت کے مطابق امیر عزیمت کے قدموں میں قبر تیار کر لی گئی تھی جب ہزاروں پرنم، اشکبار آنکھوں .... آنسوؤں آہوں اور سسکیوں میں عاشق رسول کو سپرد خاک کیا جا رہا تھا۔ جب برسوں پہلے بچھڑے یار اکھٹے ہوئے تھے۔

گلشن جھنگوی شہیدؒ .... جہاں امیر عزیمت کے پہلو میں مولانا ایثار القاسمی شہید مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ اور مولانا محمد مختار احمد سیال شہیدؒ محو استراحت ہیں .... کہاں جھنگ .... کہاں اوکاڑہ .... کہاں سمندری اور پھر سب کا جھنگ میں دفن ہونا .... قرآنی آیت "منها خلقنکم وفیها نعیدکم ومنها نخرجکم تارۃ اُخریٰ" (القرآن) ترجمہ: اس مٹی سے تمہیں پیدا کیا گیا اور اسی میں لوٹا دیئے جاؤ گے اور ایک بار پھر (قیامت کے دن) اسی سے تمہیں اٹھایا جائے گا)۔ کی حقیقت یہاں سے سمجھ آتی ہے .... اور غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ جھنگوی، قاسمی، فاروقی، مختار سیال کی طرح غازی شیخ حق نواز شہیدؒ کی مشت خاک اسی جگہ سے لی گئی تھی .... ایک ہی جگہ کی مشت خاک لے کر بنائے گئے آج اسی مٹی میں واپس لوٹا دیئے گئے ہیں .... جبکہ قرآنی تصریح کے مطابق کل قیامت کے دن اسی جگہ سے دوبارہ اٹھا دیئے جائیں گے .... اس بہشت شہداء میں آج جھنگوی جھنگوی کے قدموں میں دفنایا گیا .... گویا۔

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

گنجی کے قتل پر سپاہ صحابہؓ کا ردعمل

ایرانی سفارت کار صادق گنجی کے غازی شیخ حق نواز کے ہاتھوں قتل کے بعد ایک بار پھر میڈیا میں سپاہ صحابہؓ کو نشانہ تنقید بنانے کا سلسلہ جاری ہوا۔ جبکہ ایرانی ریڈیو مسلسل سپاہ صحابہؓ کو قتل میں ملوث قرار دینے میں پیش پیش رہا۔ اسی طرح پاکستان کے شیعوں کی بھی خواہش تھی کہ سپاہ صحابہؓ کو ملوث قرار دی کرائے حکومت و عوام کی نظروں میں دہشت گرد قرار دیا جائے ۔ حالانکہ سپاہ صحابہؓ نے روز اول سے اس کی واضح الفاظ میں تردید کی اور اس واقعے سے لاتعلقی کا اعلان کیا۔

غازی حق نواز اگرچہ سپاہ صحابہؓ کا کارکن تھا۔لیکن گنجی کا قتل اس کا ذاتی فعل تھا اس نے نہ تو سپاہ صحابہؓ کے کہنے پر کیا اور نہ ہی سپاہ صحابہؓ نے اس کے اس ذاتی فعل کی حمایت کی۔ اس لئے کہ سپاہ صحابہؓ آئینی اور قانونی طریقے سے ناموس رسالتؐ اور ناموس صحابہؓ کا دفاع چاہتی ہے۔ اسی آئینی راستے سے منزل تک پہنچنے کے لئے سپاہ صحابہؓ نے الیکشن لڑا۔ اور قومی اسمبلی میں ناموس صحابہؓ و اہلبیتؓ بل پیش کیا۔ اور آج تک پرامن راستے سے اپنی جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہے۔

سپاہ صحابہؓ کے قائدین علامہ ضیاالرحمٰن فاروقی شہیدؒ، مولانا اعظم طارق، علامہ علی شیر حیدری اور دیگر سینکڑوں ذمہ داران بار ہا دہشت گردی کے

مقدمات میں گرفتار کیے گئے لیکن آج تک کوئی ایک بھی ثبوت ایسا پیش نہ کیا جا سکا جس سے دہشت گردی میں ملوث ہونے کے شواہد ملتے ہوں کارکنوں پر تشدد کر کے من گھڑت بیانات دلوانے کی کوششیں بھی کامیاب نہ ہوئیں اور پھر رہا کر دیے گئے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سپاہ صحابہؓ کے خلاف دہشت گردی کے الزامات بے بنیاد ہیں یہ الزامات محض سپاہ صحابہؓ کو مشن سے ہٹانے کے لئے لگائے جا رہے ہیں۔

سپاہ صحابہؓ نے وطن عزیز میں نہ پہلے کبھی کسی شخص کے قتل کا فتوی دیا ہے اور نہ ہی ایسا اقدام اٹھانے کی خواہاں ہو سکتی ہے۔ ہر موقع پر امن کے قیام میں حکومتوں کے ساتھ تعاون سپاہ صحابہؓ کی پالیسیوں کا حصہ رہا ہے۔ خود غازی شیخ حق نواز کی پھانسی سے قبل اس کو رکوانے کے لئے سرتوڑ کوشش بھی محض ملک میں بدامنی کے پھیل جانے کے خدشے سے کی گئیں تاکہ اس موقع پر کوئی تیسری قوت فائدہ نہ اٹھا سکے۔ بعد میں آنے والے حالات نے ثابت کیا کہ سپاہ صحابہؓ کا مؤقف درست تھا۔

نشانِ خبیب بن عدیؓ

یہ پہلا موقع نہیں تھا کہ کسی کو ناموس رسالتؐ کے تحفظ کے جرم میں تختہ دار پر لٹکایا گیا ہو.......... اور انشاء اللہ نہ یہ آخری موقع ہے بلکہ اسلام کا درخشندہ ماضی ہی اسکے تابناک مستقبل کی نشاندھی کرتا ہے قیامت تک اسلام اور کفر کی یہ کشمکش جاری رہے گی- نبی صادقؐ نے آج سے کئی سو سال قبل ارشاد فرمایا تھا کہ "الجہاد ماضی الیٰ یوم القیامہ" (الحدیث) جہاد قیامت تک جاری رہے گا- اسلام کی تاریخ میں سیدنا حضرت خبیبؓ بن عدی وہ پہلے انسان ہیں جسے ناموس رسالتؐ کے تحفظ اور عشق مصطفیٰؐ کے جرم میں پھانسی دی گئی- ان کا جرم بھی صرف یہی تھا دشمنان رسولؐ تمام تر کوششوں کے باوجود اس کی زبان سے ایک جملہ کہلوانے میں ناکام رہے.......... دشمنان رسولؐ نے ہر حربہ آزمایا .... ظلم و تشدد کا ہر ذریعہ استعمال کیا .... بربریت کی انتہا کر دی .... جی ہاں صرف ایک لفظ .... نہ کہلوا سکے .... وہ لفظ کہنے کی دیر تھی کہ دشمن رسولؐ عرب کے اس متمول خاندان کے خوبصورت نوجوان کو جو کبھی مکہ کی گلیوں سے گذرتا تو عورتیں چھتوں پر چڑھ کر اس کا دیدار کرتیں .... مال و دولت اور سرداری کے مناصب سے لادنے کے لئے تیار تھے .... لیکن نبی کریمؐ کے اس عظیم جان نثار .... عظیم سپاہی .... اور وفادار ساتھی کی زبان سے مجال ہے کہ ایک جملہ تو کجا ایک حرف تک کہلوا سکے

نہیں .... بلکہ اس نے یہاں تک کہا کہ تم یہ چاہتے ہو کہ میں اپنی زبان سے اس خواہش کا اظہار کر دوں کہ میری جگہ پھانسی کے تختہ پر محمدؐ کو چڑھایا جائے .... یہ کہنا تو دور کی بات ہے میں یہ بھی سوچنے کی جسارت نہیں کر سکتا کہ میرے آقا کے تلوے میں کانٹا چبھے .... پھانسی کے پھندے کو سامنے منتظر دیکھ کر بھی جب اس نوجوان کی زبان سے اپنی مرضی کے الفاظ نہ نکلوا سکے تو دشمنانِ رسولؐ مشرکین مکہ .... نے اس عاشق رسول کو پھانسی کے پھندے پر لٹکایا ....

حضرت خبیبؓ بن عدی نے پھانسی کا پھندہ قبول کیا مگر حرمت رسالتؐ پہ آنچ نہ آنے دی .... یہ تاریخ اسلام میں حرمت رسالتؐ کی خاطر تختہ دار پر چڑھنے والے پہلے فرد تھے .... جس نے قیامت تک آنے والوں کے لئے ایک سبق چھوڑا .... جس کے دل میں حُبِ رسولؐ ہو، جو حضرت محمدؐ پر ایمان لایا ہو .... اس کے لئے حرمت رسالتؐ کی خاطر سولی پر چڑھنا تو آسان ہے مگر محمدؐ کی شان پر حرف تک نہ آنے دینا اس کے ایمان کا حصہ ہے۔

غازی شیخ حق نواز شہیدؒ بھی حرمت رسالتؐ پر قربان ہوا .... اس نے بھی ہر ظلم ستم اور تکلیف کو گلے لگا کر حرمت رسالتؐ کا تحفظ کیا .... شاتم رسولؐ کو فی النار کر کے تختہ دار پر خوشی سے چڑھنا غازی شیخ حق نواز شہید کا ایک بہت بڑا کارنامہ ہے .... جو ایک طرف "الجهاد ماضی الی یوم القیامه" (الحدیث) کی پیشگوئی کی عملی دلیل ہے تو دوسری طرف قیامت تک آنے والے مسلمانوں کے لئے باعث فخر و سربلندی ہے .... غازی شیخ حق

نواز بخوشی پھانسی کے پھندے کو چوم کر .... مسلمانوں کو ہی نہیں کفار کو بھی یہ پیغام دے گئے ہیں جو اہل اسلام کے موجودہ انتشار، افتراق .... اور بظاہر کمزوری سے فائدہ اٹھا کر .... ان کے دلوں سے ایمان کی رہی سہی رمق بھی نکالنے کے در پے ہیں کہ آج بھی مسلمان نوجوان کے دل میں قرون اولی والی محبتِ رسولؐ اور حرمت رسالت کی خاطر ہر قربانی دینے کی تڑپ موجود ہے .... اور یہ کہ جو سلسلہ حضرت خبیبؓ بن عدی سے شروع ہوا تھا .... وہ جاری ہے .... اس کو دنیا کی کوئی طاقت ختم نہیں کر سکتی۔

کتنا عظیم تھا وہ نوجوان .... جس کا دل اس مادیت پرستی کے دور میں بھی حب رسولؐ سے بھرپور تھا .... کتنا پاکیزہ تھا وہ دل جس میں دنیا کی ہر شے سے بڑھ کر آقائے نامدار کی محبت پائی جاتی تھی .... کتنا کامل ترین تھا اس نوجوان کا ایمان جس نے ہر تکلیف اور مصیبت برداشت کر کے حق کی صدا بلند کرنے پر مجبور کیا .... کاش .... ہائے کاش وہ دل ہم میں بھی پایا جاتا .... وہ تڑپ ہمارے اندر بھی ہوتی .... ہمارا بھی ایمان اتنا" کامل ترین" ہوتا جو ایسے کارنامے پر ہمیں مجبور کرتا .... اللہ کی ذات ہر چیز پر قادر ہے جو دنیا ہی نہیں اس سے کئی گنا بڑے سیاروں، ستاروں اور چاند سورج پر حکمرانی کرتا ہے .... اسکے لئے کوئی چیز، کوئی کام مشکل نہیں .... دلوں کو پھیر دینا بھی اس کے ہاتھ میں ہے .... بے شک وہ ہمارے دلوں کو بھی پھیرنے پر پوری طرح قادر ہے۔

جان نثاران حرمت رسولؐ کی تاریخ حضرت خبیبؓ بن عدی سے

..........غازی شیخ حق نواز تک ایک ہی داستان رکھتی ہے..........مماثلت اور ہم آہنگی کی وجہ سے تاریخ میں جہاں حضرت خبیبؓ بن عدی کا نام جانثاران مصطفیٰؐ میں لکھا ہوا گا .... وہیں اکیسویں صدی کے اس مظلوم جانثار غازی شیخ حق نواز کا نام بھی سنہرے حروف سے لکھا ہوگا - اور قیامت تک آنے والے مسلمان دونوں کی زندگیوں سے سبق سیکھ کر عشق رسالتؐ میں فنائیت کا درجہ حاصل کریں گے-

سپاہ صحابہؓ سٹوڈنٹس ایسے نوجوانوں کا قافلہ ہے جو اس دھرتی پر نفاذ قرآن وسنت بطرز خلافت راشدہ کی جدوجہد میں مصروف ہے..........ناموس رسالتؐ کا تحفظ اور ناموس صحابہؓ کا جانوں پر کھیل کر دفاع کرنا اس کا نصب العین ہے، دنیا کے ہر مسلمان کی طرح سپاہ صحابہؓ سٹوڈنٹس نے بھی غازی شیخ حق نواز کو اس عظیم قربانی پر زبردست خراج عقیدت پیش کیا - اور سپاہ صحابہؓ سٹوڈنٹس کی مرکزی مجلس شوریٰ نے متفقہ قرارداد کے ذریعے سفیر عزیمت کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے حضرت خبیبؓ بن عدی کی قربانی سے گہری مماثلت کی وجہ سے انہیں "نشان خبیبؓ بن عدی" دینے کا فیصلہ کیا - چنانچہ اس فیصلے کے مطابق اس سال مرکزی سالانہ سہ روزہ تربیتی کنونشن کے موقع پر یہ نشان سپاہ صحابہؓ سٹوڈنٹس کی طرف سے پیش کیا گیا - سپاہ صحابہؓ کی تاریخ میں یہ پہلا نشان ہے جو کسی شہید کو پیش کیا گیا ہو-

صادق گنج کیس میں حق نواز کو سزائے موت، 7 ملزمان کو عمر قید

قتل کے بڑے ملزم حق نواز کو قتل اور آتش گیر مادہ رکھنے کے الزام میں دو مرتبہ سزائے موت دی گئی اور اس کی تمام جائیداد ضبط کرنے کا حکم دیا گیا انسداد دہشت گردی کی عدالت نے فیصلہ سنا دیا

باقاعدہ تصدیق شدہ اشاعت پاکستان کے ہر روزنامے سے زیادہ
ABC CERTIFIED
THE DAILY JANG LAHORE
روزنامہ جنگ لاہور
صفحات 12
جلد 12

DAILY
KHABRAIN
روزنامہ خبریں اسلام آباد
چیف ایڈیٹر ضیا شاہد

جلد 10 | سوموار 2 ذوالحجہ 1421ھ 26 فروری 2001ء 15 پھاگن 2057ب صفحات 12 قیمت 7 روپے | شمارہ 20

تیسرے روز بھی دھڑا دھڑ چھاپے، آپریشن، سینکڑوں گرفتار، سپاہ صحابہ نے ہڑتال کا اعلان کر دیا

فیصل آباد میں پولیس نے مدرسے پر چھاپہ مار کر 25 طلباء کو پکڑ لیا، ساہیوال، شورکوٹ، بھکر، سیالکوٹ، پاکپتن، گوجرانوالہ، گجرات، اوکاڑہ اور دیگر شہروں میں کریک ڈاؤن

جھنگ میں ہڑتال کیلئے دی جانے والی کال، سپاہ صحابہ نے 28 فروری کو مظلوم عدیہ کانفرنس بلالی '313' گروپ کو راوی پل بلاک کرنے کیلئے تیار رہنے کا حکم

حق نواز کو سونے میں تول کر اس کی دیت دینے اور گنگی خاندان سے بات چیت پر تیار ہیں حکومت چاہے تو حق نواز کو بھی جلاوطن کر دے: سپاہ صحابہ

غازی علم الدین شہید والا پھندا ملا تو سعادت سمجھوں گا: حق نواز

میانوالی جیل میں پھانسی کیلئے انتظامات مکمل، میت جھنگ پہنچانے کیلئے سیکیورٹی دستہ ترتیب دے دیا گیا

میانوالی (ڈسٹرکٹ رپورٹر) سنٹرل جیل میانوالی میں شیخ حق نواز جھنگوی کی پھانسی کیلئے تمام انتظامات مکمل کر لئے گئے ... پھانسی کے بعد ان کی میت کو جھنگ پہنچانے کیلئے ...

باقی صفحہ نمبر 10 بقیہ نمبر 19

لاہور (نمائندہ خصوصی) ... میں سزائے موت پانے والے شیخ حق نواز جھنگوی کے ...

باقی صفحہ نمبر 10 بقیہ نمبر 18

مولانا اعظم طارق کے بیٹے معاویہ کو بھی گرفتار کر لیا گیا

لاہور (...) ... سپاہ صحابہ پاکستان کے صدر مولانا ...

باقی صفحہ نمبر 10 بقیہ نمبر 27

روزنامہ
الاخبار
Daily AL-AKHBAR
اسلام آباد
پاکستان
ایڈیٹر انچیف : غلام اکبر
قیمت 4 روپے
1.50 درہم
جلد 7

شیخ حق نواز کال کوٹھڑی منتقل

پھانسی کی گھات ہو گی

احاطہ میں کڑا پہرہ

انتظامیہ اور پولیس نے جھنگ میں ہڑتال کی کوشش ناکام بنا دی

ایرانی سفارتخانے اور قونصل خانے کے حفاظتی انتظامات سخت کر دیئے گئے

نواز شریف کی طرح حق نواز کو بھی جلا وطن کیا جائے شیخ حاکم علی

لاہور، کراچی، راولپنڈی/اسلام آباد سے بیک وقت شائع ہونے والا قومی اخبار
روزنامہ
دن
لاہور
Daily DIN Lahore

سپاہ صحابہ نے حق نواز کے مزار پر روضہ بنا دینے کی پیشکش کر دی

حق نواز کو کال کوٹھڑی میں منتقل کر دیا گیا

گرفتاریوں کے خلاف سپاہ صحابہ کل

ملک گیر احتجاجی مظاہرہ کرے گی

WEDNESDAY FEBRUARY 28, 2001

Daily DIN Lahore

جلد 6 | بدھ 4 ذوالحج 28 فروری 2001ء 16 پھاگن 2057 بکرمی صفحات 16 قیمت 5 روپے | شمارہ 23

حق نواز کو پھانسی، تختہ دار پر حفاظتی انتظامات، میانوالی کی ناکہ بندی، جھنگ سیل

[illegible]

صبح ساڑھے 3 بجے غسل دیا جائے گا 5 بج کر 20 منٹ پر تختہ دار کی طرف لے جایا جائے گا ساڑھے 5 بجے پھانسی دی جائے گی میت 7 بجے ورثا کے حوالے کی جائے گی جسے پولیس اور ایلیٹ فورس کی نگرانی میں جھنگ لے جایا جائیگا

[illegible]

پھانسی روک دی جائے، جماعت اسلامی کا صدر کو خط، ایرانی سفیر سے رابطہ

[illegible]

حق نواز کی لواحقین سے آخری ملاقات (ماں نڈھال؟)

[illegible]

24 رشتہ داروں نے میانوالی جیل میں آخری ملاقات کی جذباتی مناظر دیکھنے میں آئے، کوئی پچھتاوا نہیں پرسکون ہوں میرے بعد فرقہ واریت نہ پھیلائی جائے، حق نواز

[illegible]

Daily DIN Lahore

روزنامہ اوصاف اسلام آباد

جھنگ میں ہنگامے پھوٹ پڑے ۔۔ ہلاک شہر فوج کے حوالے

DAILY NAWA-I-WAQT LAHORE
روزنامہ نوائے وقت
جلد 60 | شمارہ 337 | رجسٹرڈ نمبر ایل 204 | صفحات 16 | قیمت 7 روپے
UAN 111-222-007
6302050-6367551-54

جھنگ میں سپاہ صحابہ کے کارکنوں اور پولیس میں فائرنگ، دو افراد جاں بحق

شیخ حق نواز کا جنازہ

شیخ حق نواز کی آخری وقت تک فریاد

چھوٹے بھائی نے میت ہیبت میں رکھی

وصیت کے مطابق میانوالی میں جنازہ نہیں پڑھا گیا

جھنگ میں سینکڑوں افراد شامل ہوئے

جنازے پر پھولوں سے گل پاشی

ملک بھر میں سخت سیکورٹی عید کے بعد تک جاری رکھنے کی ہدایت

وزارت داخلہ کے چاروں صوبوں کو احکامات، پولیس اور حساس اداروں کے ملازمین کی چھٹیاں منسوخ، ریڈ الرٹ کر دیا گیا

اسلام آباد اور پشاور سے بیک وقت شائع ہوتا ہے

روزنامہ
Daily
AL-AKHBAR

الاخبار

اسلام آباد
پاکستان

ایڈیٹر انچیف : غلام اکبر

قیمت : 4 روپے ... 1.50

جلد 7

حق نواز جھنگوی کو پھانسی دیدی گئی

نماز جنازہ میں 20 ہزار افراد کی شرکت

وصیت کے مطابق نماز جنازہ مولانا ... نے پڑھائی

حق نواز جھنگوی

جھنگ میں انتظامیہ اور سپاہ صحابہ میں تصادم

DAILY
NAWA-I-WAQT
LAHORE

روزنامہ
نوائے وقت
لاہور

جلد				شمارہ
60	UAN 111-222-007	16	204	337

بیٹا بے حد پر سکون تھا: قتل ذاتی دشمنی پر نہیں مشن کے لئے کیا: والد

جھنگ (کے پی آئی) سپاہ صحابہ کے کارکن شیخ حق نواز کے والد شیخ خالد محمود نے جھنگ اور میانوالی حکام کی

بقیہ نمبر 8 صفحہ 11 پر

بقیہ: 8 والد

بد عہدی پر سخت احتجاج کیا ہے۔ بدھ کی سہ پہر نماز جنازہ سے قبل اپنی رہائش گاہ پر صحافیوں سے بات چیت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ انتظامیہ نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ میانوالی جیل سے میرے بیٹے کے جسد خاکی کو غسل و دیگر کفن پہنا کر ورثاء کے حوالے کیا جائے گا جس کے بعد میانوالی میں امیر مجلس تحفظ ختم نبوت مولانا خان محمد کندیاں شریف والے اس کی نماز جنازہ پڑھائیں گے لیکن عین موقع پر پولیس نے بغیر غسل و کفن متوفی کی میت ان کے حوالے کر دی اور جنازہ بھی پڑھانے کی اجازت نہ دی۔ جس پر سپاہ صحابہ میانوالی کے کارکن ایمبولینس کے آگے لیٹ گئے اور انہوں نے جنازہ بغیر دیدار لیکر جانے نہ دیا۔ بالآخر بغیر غسل شیخ حق نواز کا دیدار کروا لیا گیا۔ اس پر ستم ظریفی یہ کہ جھنگ انتظامیہ بھی انہیں ہراساں کرتی رہی اور کسی مسجد یا لاؤڈ سپیکر سے جنازہ کے وقت کا اعلان نہ کرنے دیا گیا جس کی بنیاد پر جھنگ کے ہزاروں افراد کو جنازہ کے وقت کا علم ہی نہ ہو سکا۔ انہوں نے بتایا کہ ان کے بیٹے نے وصیت کی تھی کہ اسے سپاہ صحابہ کے بانی سربراہ مولانا حق نواز جھنگوی شہید' مولانا ضیاء الرحمن فاروقی شہید اور مولانا محمد ایثار القاسمی شہید کے پہلو میں جامعہ محمودیہ جھنگ میں سپرد خاک کیا جائے مگر انتظامیہ آخری وقت تک اس کی بھرپور مخالفت کرتی رہی۔ انہوں نے بتایا کہ آخری ملاقات میں انکا غازی بیٹا بے حد پر سکون تھا اور انہوں نے فخریہ جذبے کے تحت اس امر کا اظہار کیا کہ اس نے گستاخ رسول کو قتل کر کے اور اسے جہنم واصل کر کے غازی علم دین شہید کی تاریخ کو دہرا لیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس نے یہ قتل کسی ذاتی دشمنی کی بنیاد پر نہیں بلکہ حق نواز جھنگوی شہید اور سپاہ صحابہ کے مشن کی تکمیل کے لئے کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ شیعہ کو مسلم تسلیم نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی ان سے صلح ہو سکتی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ وہ اپنے بیٹے کی شہادت پر افسردہ ضرور ہیں لیکن انہیں کوئی ندامت نہیں ہے۔

FRIDAY MARCH 2 2001

روزنامہ

دن

لاہور

Daily DIN Lahore

جلد 6 | جمعۃ المبارک 6 ذوالحج 1421ھ 2 مارچ 2001ء 18 پھاگن 2057 ب صفحات 12 قیمت 5 روپے | شمارہ 25

ہنگو میں فسادات 15 ہلاک درجنوں زخمی، آتش زنی، فوج طلب، کرفیو نافذ، فسادیوں کو دیکھتے ہی گولی مارنے کا حکم

فرقہ وارانہ فسادات حق نواز کیلئے قرآن خوانی کے بعد شروع ہوئے، ایک گروپ کی فائرنگ، دوسرے نے بھی مورچے سنبھال لئے، راکٹ لانچروں اور مارٹر توپوں سے رات گئے تک حملے، ہنگو جانے والے تمام راستے بند

شہباز علی
وثیقہ نویس
ملوٹ اسلام آباد

رضؓ
سپاہ صحابہ
کی لازوال جدوجہد
کی لازوال تاریخ

پہلی بار منظر عام پر

سر زمین پاک پر نبی پاکؐ اور ان کے پاکیزہ صفت اصحابؓ،
ازواج و اہل بیتؓ کے ناموس کی خاطر جدوجہد کے نتیجے میں
حکمرانوں کے ظلم کا شانہ بن کر سالہا سال سے زندانوں کو آباد
کرنے والے پر عزم نوجوانوں کی لازوال داستان

زیرِ طبع

زندانوں کے باسی

از قلم : حَبیبُ اللہ مُجاہِد

قرنی پبلشرز
تھرڈ فلور مدینہ مارکیٹ
سرکلر روڈ راولپنڈی

ALHAIDRI MEDIA CELL

الحیدری میڈیا سیل

CS CamScanner